مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

Issue.No. 7,8,9 | ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۱۰ء (Sept.Oct.Nov.2010) ذی القعدہ، ذی الحجہ | VOL.No. 5

زیر سرپرستی

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ✿ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ✿ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبد الستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ..................۱۰ / روپے
سالانہ......................۱۰۰ / روپے
خصوصی...... ......۳۰۰۰ / روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

Files\A017.TIF not found. Files\A003.TIF not found. Files\A017.TIF not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
رائے بریلی، الہ آباد اور لکھنؤ کی حاضری	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حضرت سنسار پوری کو صدمہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تعزیتی مکتوب		۸
کیا خبر آئی کی جس سے بزم زندگی......	مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی	
نقوش حیات		۱۳
زندگی کے کرشمے اور حقیقی مسرت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	
محاسبہ		۱۶
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ مسلمان......	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	
غوروفکر		۲۰
گجرات بھی ہندوستان کا حصہ ہے	مولانا اسرار الحق قاسمی، نئی دہلی	
تجزیہ		۲۳
میڈیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں	مولانا علم اللہ اصلاحی	
اطلاع عام	ادارہ	۲۵
دعوت دین		۲۶
اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے!	محمد مسعود عزیزی ندوی	
ارکان اسلام		۳۳
حج بیت اللہ عشق الٰہی کا مظہر	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
فکروعمل		۳۵
اولاد کے حقوق کی اہمیت	محمد سعید شیخ فلاحی، احمد آباد، گجرات	
جائزہ		۳۷
عید الاضحیٰ کا پیغام مسلمانوں کے نام	قاضی سید حسین احمد مظفر آباد	
حقائق		۳۹
اسلام میں پردے کی حقیقت	مولانا انیس احمد قاسمی	
ترہیب وترغیب		۴۲
آخرت کی امتحان گاہ میں پانچ سوالات	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبد الستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی	// //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰.................
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
۱/۴ صفحہ //		۴۰۰............

اعتذار

تمام قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارہ نے گذشتہ ماہ اگست کا شمارہ ''حج نمبر'' کے طور پر شائع کیا تھا، جس کی پوسٹنگ وغیرہ میں کافی وقت لگا، تاخیر کی بنا پر ستمبر، اکتوبر، نومبر کا شمارہ ایک ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، اس کے لیے قارئین سے معذرت کی جاتی ہے، واضح رہے کہ گذشتہ مہینہ کے شمارہ کی قیمت ۲۵/روپیہ تھی۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

افادات

رائے بریلی، الہ آباد اور لکھنؤ کی حاضری

محمد مسعود عزیزی ندوی

۴؍شوال ۱۴۳۱ھ بروز منگل سہارنپور سے نوچندی میں سوار ہوکر ۵؍شوال کی صبح رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی خدمت میں حاضری ہوئی، دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی شہر کے قریب سئی ندی کے کنارے پر سادات کرام کی ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو حضرت شاہ علم اللہ صاحب نے اورنگ زیبؒ کے زمانہ میں آباد کی تھی، اسی خاندان کے ایک فرد امام المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد ہوئے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے، اس مبارک بستی میں راقم کی حاضری کا معمول یا تو رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے یا پھر شوال کے شروع میں، امسال عید کے بعد حاضری ہوئی، جس وقت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے دعا وسلام کے بعد ارشاد فرمایا کہ آج لکھنؤ میں پروفیسر وصی احمد صدیقی کا انتقال ہوگیا ہے، جو ندوۃ العلماء کے معتمد مال تھے، اس لئے ان کے جنازے میں شرکت کے لیے لکھنؤ جارہے ہیں، راقم نے وہیں رکنے کا ارادہ کیا، اس لیے کہ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی سے اپنی ایک کتاب ''افکار دل'' جو خطبات کا مجموعہ ہے، اس پر تقریظ لکھوانی تھی، نیز دوسری کتاب سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ جو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کے حکم سے راقم لکھ رہا ہے، اس کا افتتاح مولانا موصوف سے کرانا تھا، اس لیے وہیں ٹھہر گیا، مولانا سے بعض دوسرے اہم امور پر بھی گفتگو ہوئی، ظہر کی نماز سے قبل دونوں کتابوں کے لیے مولانا نے اپنی بیش بہا تحریر عنایت فرمائی، ''افکار دل'' کے لیے یہ تحریر لکھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا یہ دور فتنوں کا ہے، حدیثوں میں اس کی پیشن گوئیاں بہت ہیں، جن کا ظہور جابجا ہورہا ہے، سمجھنے والے سمجھ رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے محفوظ ہیں، اور مبتلا ہونے والے مبتلا ہوتے جارہے ہیں، خاص طور سے ہمارا نوجوان طبقہ جس کے اندر سطحیت اور انفعالیت بہت بڑھی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس کا شکار زیادہ ہورہے ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

خوشی کی بات ہے کہ ان کو فتنوں سے بچانے اور فکری بے راہ روی سے محفوظ رکھنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں، ان میں ہمارے نوجوان فاضل، صاحب قلم، عزیز گرامی مولوی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی بھی ہیں، جنھوں نے نوجوانوں کی مجلسیں سجا کر ان کو مختلف موضوعات پر تحریر وتقریر کے ذریعہ حقیقت آشنا بنانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحیح رہنمائی فرمائے اور صحیح رہنمائی

کرنے کی توفیق دے، ان کی مختلف تقریروں کا یہ مجموعہ ''افکاردل'' جو اشاعت پذیر ہونے جا رہا ہے، اللہ تعالی اس کے نفع کو عام کرے اور قبول فرمائے اور مزید توفیق سے نوازے۔

۵رشوال ۱۴۳۱ھ　　　　عبداللہ حسنی ندوی

۱۵ر ستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ　　　　استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دوسری کتاب سوانح ''حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ'' کا افتتاح مندرجہ ذیل تحریر سے کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ الطاہرین وصحبہ الغرالمیامین وعلی من تبعہم باحسان إلی یوم الدین:

اللہ تعالی کا بڑا کرم اور احسان اس آخری دور والوں پر یہ ہے کہ اس مالک ومختار نے ان کو ایسی کتاب عطا فرمائی، جو آج تک بھی اپنی نورافشانی اور ضیاء پاشی کے ساتھ موجود ہے، اور دوسری طرف اس کے حامل اشخاص کا تسلسل قائم ہے، جس کی وجہ سے یہ آخری دین اپنی پوری توانائی اور قوت کے ساتھ باقی اور نسل انسانی کی رہنمائی کے لیے کامل پیغام اور مکمل نمونہ رکھتا ہے۔

ان برگزیدہ ہستیوں میں مغربی یوپی کی معروف ومشہور شخصیت جن کی روحانیت وبزرگی، للّٰہیت واخلاص اور بےنفسی وتواضع تمام بزرگوں میں معروف ومسلم رہی ہے، اور جن کے فیض سے بڑے بڑے بزرگ مستفید ہوئے جن کا نام نامی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری ہے، اب جب کہ یہ حضرات دنیا میں نہیں ہیں، ان کے فیض کو عام کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ ان کے سوانح اور حالات زندگی قلمبند کئے جائے، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب حضرت شاہ صاحب کی مستقل سوانح لکھی جا رہی ہے تاکہ اس میخانہ سے وہ حضرات بھی جرعہ نوشی کرسکیں جو براہ راست استفادہ سے محروم رہے ہیں، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

پھر شام کو سوچا کہ الہ آباد حضرت مولانا قمرالزماں صاحب کی خدمت میں حاضری دی جائے، ان سے طالب علمی کے زمانہ میں کئی مرتبہ ملاقات ہوئی تھی، اس وقت انہوں نے راقم کی کتاب ''حیات عبدالرشید'' سے حضرت الحاج شاہ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے متعلق حالات اور ملفوظات کا اقتباس اپنی کتاب ''اقوال سلف'' جلد ۶ر میں نقل کیا تھا، نیز حضرت مولانا کے لڑکے مولوی عبیداللہ ندوی سے زمانہ طالب علمی سے تعلق تھا، اس زمانہ میں حضرت مولانا کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لیے الہ آباد جانا بھی ہوا تھا، چنانچہ شام کی گاڑی سے الہ آباد پہنچنا ہوا، تقریباً رات کے گیارہ بجے حضرت کے دولت خانہ پر حاضری ہوئی، حضرت سراپا انتظار تھے، ملاقات کے بعد کھانے سے فراغت ہوئی اور باتیں ہوئیں، پھر ان کی خانقاہ میں آرام کیا۔

الہ آباد مشرقی یوپی کا ایک پرانا شہر ہے، جہاں گنگا جمنا کا سنگم ہے، اس علاقے اور آبادی کا مسلمان ہونا تو نام سے واضح ہے، مگر گنگا جمنا کے سنگم کی وجہ سے ہندوؤں کے نزدیک ایک مذہبی مقام کی حیثیت رکھتا ہے، مزید یہ کہ ہائی کورٹ بھی الہ آباد ہی میں ہے، صبح کو دس بجے کے قریب پھر حضرت کے دولت خانے پر حاضری ہوئی، حضرت مولانا کے ساتھ ان کے ایک اہل تعلق کے یہاں ناشتہ کے لیے گئے، ناشتہ کے بعد وہاں پر اقبال انجینئر صاحب کا خیال آیا جو حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب کے خلیفہ ہیں، ان کو فون کردیا، انہوں نے کہا کہ ظہر میں ملاقات ہوگی، انشاء اللہ۔

چنانچہ پھر حضرت کے ساتھ خانقاہ آ گئے، وہاں حضرت گفتگو فرماتے رہے، چونکہ ہمارا رسالہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' حضرت کو پہنچتا ہے، اس لیے حضرت نے اپنی ڈائری کھول کر دکھائی کہ دیکھئے میں نے اس میں ''نقوش اسلام'' سے فلاں حدیث نقل کی ہے اور حوالہ بھی درج ہے، چونکہ ہماری طالب علمی کے زمانہ کے بعد تقریباً یہ پہلی ملاقات تھی، ان کو یاد بھی نہ رہا تھا، پھر یاد دلانے سے یاد آیا، اسی وقت جب ان کے بیٹے عبید اللہ کتب خانہ دکھلا رہے تھے میں نے غنیمت سمجھا، اور اقوال سلف کی چھٹی جلد حضرت مولانا کو دکھلائی جس کے صفحہ ۲۱۴ر پر ہماری کتاب سے اقتباس نقل کیا گیا تھا، پھر ان کو یاد آ گیا، اور مزید اعتماد ہوا، اور عرض کیا کہ آپ جس بزرگ یا شخصیت کو مناسب سمجھیں اقوال سلف کے لیے ان کے حالات لکھ کر دیں، تاکہ اس سلسلہ کو پورا کیا جا سکے، چنانچہ راقم نے بتلایا کہ فلاں فلاں پر اضافہ ہونا چاہئے، تو انہوں نے تائید کی، پھر راقم نے اپنی کتاب ''افکار دل'' کے لیے مناسب سمجھا کہ حضرت مولانا سے دعائیہ کلمات ضرور لکھوالوں، وہ حضرت کو پیش کی، حضرت نے عرض کیا کہ میں دیکھ کر اطمینان سے لکھوں گا، اس کے بعد اقبال انجینئر صاحب آ گئے، ان سے گفتگو ہوئی وہ پیر سے معذور ہو رہے تھے، بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، ضعف زیادہ تھا، مگر وہ سراپا شوق ملاقات کے لیے حاضر ہو گئے، کچھ دیر ملاقات رہی، وہ اپنے گھر لے جانے کے لیے اور کھانے کے لئے کہہ رہے تھے، مگر وقت تھوڑا تھا، اگر چہ الہ آباد کے پہلے سفر میں جو دس بارہ سال پہلے ہوا تھا، اس میں اقبال صاحب کے یہاں ایک شب قیام ہوا تھا، نقوش اسلام چونکہ انجینئر صاحب کو پہنچتا ہے، اس لیے انہوں نے اس کے لیے ایک ہزار روپئے عنایت بھی فرمائے، گذشتہ سال بھی انہوں نے اس کے لیے ایک رقم بھیجی تھی، خیر وہ نماز بعد رخصت ہو کر چلے گئے، اس کے بعد حضرت مولانا کے بیٹے عبید اللہ اپنے دوسرے مدرسوں میں لے گئے، ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا مدرسہ ہو، بڑی عمارت ہو، زیادہ بچے ہوں، مولانا کے خانقاہ کے مدرسہ کے علاوہ دو مدرسے دیکھے، عمارت کے اعتبار سے تو زیادہ نہیں تھے، نہ جگہ کے اعتبار سے، مگر کام کے اعتبار سے ممتاز اور بڑے تھے، اس پر خیال ہوا، اصل کام ہے، زیادہ لمبی چوڑی عمارت، لمبا جھمیلا اصل نہیں ہے، اس کے بعد حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کی خانقاہ دیکھی، پھر حضرت مولانا کے بڑے بیٹے مولانا محبوب الرحمٰن ندوی سے ملاقات ہوئی، تین کے قریب بج چکے تھے، شاید حضرت مولانا کے گھر پر دوپہر کا کھانے کا معمول نہیں، یا پھر چونکہ اس روز ناشتہ بھی ۱۱ر بجے کیا تھا، ناکارہ کو بھوک لگ گئی، چونکہ حضرت کے بیٹے سے بے تکلفی تھی، اس لیے کہا کہ بھائی کھانا کھانا ہے، چنانچہ انہوں نے کھانے کا نظم کیا، اور حضرت مولانا کے ساتھ کھانا کھایا اور عصر کی نماز پڑھی، عصر پڑھنے کے بعد حضرت مولانا اور ان کے بیٹے مولوی عبید اللہ صاحب اسٹیشن پر چھوڑنے کے لیے خود تشریف لائے، اس کے بعد کتاب کے لیے جو تحریر لکھ کر بھیجی وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماشاء اللہ عزیزم مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی کی متعدد تصانیف منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، جو پسند کی جا رہی ہیں، میں نے ان کی بعض کتب سے استفادہ کیا ہے، اور اقوال سلف میں کچھ نقل بھی کیا ہے۔

اب یہ مجموعہ خطبات سامنے ہے، اس کو سرسری طور سے بالاستیعاب دیکھا، ماشاء اللہ نہایت مفید مضامین کو جمع کر دیا ہے، اور وعظ کی جو شان ہے کہ امت کے اندر جو خامیاں، کوتاہیاں ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور کتاب وسنت سے ان کے اصلاح کی طرف رہنمائی کی جائے، وہ اس مجموعہ (افکار دل) میں الحمد للہ مذکور ہے، مثلاً عقائد کی اصلاح، اخلاق کی تربیت، نفوس کا تزکیہ اور صحبت صالحین کی ضرورت، اس طرح ذکر اللہ کی اہمیت وغیرہ پر شافی کلام موجود ہے، جن کی امت کو احتیاج ہے، فجزاہم اللہ۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ مولانا سلمہ سے مزید اس قسم کا اصلاحی کام لے، اور قبول فرمائے اور امت کو اس کی قدر اور اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۱۲/شوال ۱۴۳۱ھ محمد قمر الزماں الہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ، الہ آباد

اسی روز نوچندی سے سوار ہو کر لکھنؤ پہنچا، چونکہ ندوہ پہنچتے پہنچتے بارہ بج گئے تھے، رات کو مہمان خانہ میں قیام کر کے صبح مرشدی حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب سے ملاقات ہوئی، اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت مولانا کو اس روز بھی ناشتہ کے بعد کسی جگہ پروگرام میں جانا تھا، اور وہاں سے واپسی پر رائے بریلی، چنانچہ حضرت نے افسوس کا اظہار کیا کہ آپ سے تفصیلی ملاقات نہ ہوسکی، پھر خود ہی اس کا اظہار کیا کہ چلو اس کی تلافی ہوگئی، آپ الہ آباد ہو آئے، اور مولانا سے ملاقات ہوگئی، پھر جمعہ بعد حضرت مہتمم صاحب مولانا سعید الرحمٰن صاحب سے مختصر ملاقات اور دعا وسلام ہوا، عصر کے بعد مولانا برہان الدین سنبھلی سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی معذوری کے باوجود چائے وغیرہ کی ضیافت کی، چونکہ جاتے وقت ٹرین میں ہمارے ایک دوست مولانا سید رضی ندوی سے دس گیارہ سال بعد ملاقات ہوئی تھی، اس لئے انہوں نے اصرار کیا تھا کہ ضرور تشریف لائیں، وہ خود مولانا سید سلمان حسینی ندوی کے عزیزی بھی ہیں، اور ان کے "گرلس کالج" کے انچارج بھی، اس لیے ان کو فون سے اطلاع دی، وہ اسکوٹر لے کر مغرب بعد ندوہ پہنچے اور اپنے گرلس کالج لے گئے، جو دوبگہ میں واقع ہے، وہیں دوسری منزل پر ان کی قیام گاہ ہے، وہ فیملی کے ساتھ رہتے ہیں، ان کے ساتھ کھانا کھایا۔

لکھنؤ نوابوں کا شہر رہا ہے اور یہاں کی ثقافت اور تہذیب مشہور رہی ہے، اردو زبان یہاں کے ایک دبستاں کی حیثیت رکھتی تھی چونکہ اردو زبان کے دو دبستان سمجھے جاتے ہیں، ایک دبستان دہلی اور دوسرا دبستان لکھنؤ، یہاں کی سرزمین سے بہت سے شعراء، ادباء، اہل قلم گذرے ہیں، درس نظامی کے بانی ملا نظام الدین خود لکھنؤ کے تھے، اس وقت دنیا کی مشہور عظیم دینی درسگاہ ندوۃ العلماء بھی لکھنؤ ہی میں واقع ہے، سیاسی اعتبار سے لکھنؤ خود اتر پردیش صوبہ کی راجدھانی ہے، غرضیکہ شام تک یہاں رہ کر اسی رات کو نوچندی سے سوار ہو کر اگلے دن گھر پہنچے۔

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کو صدمہ

یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ بعد نماز فجر حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کے خلف الصدق اور معتمد علیہ جناب مولانا سید مسرت حسین صاحب سنسارپوری ٹہلتے ہوئے اچانک درد ہونے پر واصل بحق ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا موصوف نہایت مخلص، ملنسار، متواضع، ماہر طبیب، نباض اور دوسروں کی دلجوئی اور دلداری میں اپنی مثال آپ تھے، حضرت مولانا مکرم حسین صاحب کو آپ پر روحانی سلسلہ میں بھی اعتماد تھا، اور طبی سلسلہ میں بھی، اور وہ بھی حضرت کے بہت سے کاموں کو خود سرانجام دیتے تھے، غرضیکہ حضرت مولانا کی بڑھاپے کی لاٹھی تھے، اگرچہ حضرت مولانا کے اور بھی کئی فرزندان ہیں، جو نہایت سعید نیک بخت اور صالح اور اپنے کاموں میں یکسو اور منہمک ہیں، مولانا مسرت حسین صاحب کی پیدائش ۱۴ر رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۷ر جنوری ۱۹۶۶ء بروز جمعہ ہوئی تھی، حضرت مولانا کو ان کی وفات سے جو صدمہ ہونا تھا، وہ تو عیاں ہیں، مگر اس کے باوجود آپ نے صبر وتحمل اور انابت الی اللہ اور اللہ کے فیصلہ پر رضاء بالقضاء کی جو مثال پیش کی، وہ آپ ہی کا حصہ ہے، ورنہ تو ایسے موقع پر اچھے اچھے دیندار اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پاتے، مگر حضرت مولانا اور آپ کی اہلیہ صبر کا پہاڑ بن کر دوسروں کے لیے نمونہ بن گئے، دراصل اللہ کے جو جتنا قریب ہوتا ہے، اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، اللہ تعالی نے آپ سے آپ کی اس عزیز نعمت کو لے کر آپ کے صبر وتحمل کا امتحان لے لیا، جانے والا چلا تو گیا، وہ تو والدین کی دعاؤں اور امت کے اکابر اور تمام مسلمانوں کی دعاؤں کے صدقہ میں اعلی علیین میں چلا گیا، اور والدین کے لیے درجات کی بلندی کا ذریعہ بن گیا، اور اللہ تعالی نے اپنی بے نیازی کا کرشمہ دکھادیا، اللہ بے نیاز ہے، حضرت مولانا نے ان کے متعلق فرمایا کہ آخر تک حالت مردن کا احساس نہیں تھا، ان کے جسم سے یہ محسوس نہیں ہورہا تھا کہ وہ انتقال کرگئے، جسم نرم اور گداز تھا، خود حضرت اللہ کی طرف متوجہ تھے، پھر اچانک ہی ان کے ذہن میں آیت شریفہ "ولاتقولوا فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون" گردش کرنے لگی، کہ انسان کی عقل محدود ہے، پھر "فرحین بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ" اور "بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین" یہ آیتیں سب اللہ کی طرف سے ذہن میں مستحضر ہونے لگیں، جس سے حضرت کو تسلی اور تشفی ملتی رہی، مولانا مرحوم کی مقبولیت کی وجہ سے ان کے جنازہ میں دور دور سے لوگ شرکت کے لیے حاضر ہوئے، لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا، تمام مدارس کے ذمہ داران، اساتذہ اور اہل تعلق، علاقے کے اکثر مسلمان شرکت کے لیے حاضر ہوئے تھے، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا عاقل صاحب اور نہ معلوم کتنے اکابرین موجود تھے، بعض حضرات بعد میں بھی تشریف لاتے رہے، حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی خود اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا پیغام اور تعزیت لے کر حاضر ہوئے۔

ایک جم غفیر کی موجودگی میں جنازہ عیدگاہ میں لایا گیا، جہاں پر آدمیوں کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا، نماز جنازہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی نے پڑھائی اور عام قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، اللہ تعالی حضرت مولانا کو اور آپ کے تمام اہل بیت اور خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو اعلی علیین میں مقام رفیع اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔

تعزیتی مکتوب

کیا خبر آئی کہ جس سے بزم زندگی تھرا گئی

مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی، مدینہ منورہ

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری کے صاحبزادے مولانا سید مسرت حسین صاحب کے حادثۂ وفات پر مولانا حکیم محمد عثمان صاحب قاسمی کا مدینہ منورہ سے یہ تعزیتی مکتوب حضرت کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر سید مفضل حسین صاحب کے نام آیا، مکتوب تعزیتی بھی ہے، حکمت وموعظت کا گلدستہ بھی، تسکین وراحت کا سامان بھی، زبان وادب کا شاہکار بھی اور مرحوم کی خصوصیات کا آئینہ دار بھی، افادیت کے پیش نظر شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

محبی فی اللہ مخدوم زادہ محترم جناب ڈاکٹر سید مفضل حسین صاحب!

اعلی اللہ مراتبکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعض احباب کے فون سے یہ وحشت ناک خبر ملی کہ ہمارے مخدوم، پیرومرشد حضرت اقدس مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری اطال اللہ عمرہ بصحۃ وعافیۃ کے لائق ترین فرزند وجانشین، خانوادۂ حسنی کے گل سرسبد اور ہم سب کے دلوں کی دھڑکن، نیز حضرت کے تمام خدام ومتعلقین کی تمناؤں، آرزؤں اور امیدوں کے مرکز ومحور جناب مولانا حکیم سید مسرت حسین صاحب حرکت قلب بند ہوجانے سے اچانک انتقال کرگئے "فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ان العین تدمع، والقلب یحزن، اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا ھذا وعوضنا خیرا منھا، فان للّٰہ مااخذ ولہ مااعطی و کل شئ عندہ بمقدار"۔

خبر اتنی اچانک اور غیر متوقع تھی کہ سنتے ہی قلب ودماغ پر سکتہ سا طاری ہوگیا، اور دل ودماغ کی دنیا تہ وبالا ہوکر رہ گئی: ؎

کیا خبر آئی کہ جس سے بزم زندگی تھرا گئی

یقین جانئے کہ بہت دیر تک دل اس خبر کی تصدیق پر آمادہ ہی نہ ہوا کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی کیسے ہوگیا، کچھ اس لیے بھی حیرانی کا سبب ہوا کہ بندہ کو مرحوم کے مریض قلب ہونے کا قطعاً علم نہ تھا، یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ مولانا کو اس سے پہلے بھی ہلکے پھلکے قلبی دورے پڑ چکے تھے۔

اس حادثۂ فاجعہ سے صرف ایک رات قبل یعنی جمعرات کی شام کو بعد نماز مغرب مرحوم سے اور مرحوم کی وساطت سے ہی حضرت والا سے خوشگوار ماحول میں بہت دیر تک تفصیلی گفتگو ہوئی تھی، آں محترم نے تو اپنی کسی تکلیف یا بیماری کا قطعاً کوئی ذکر ہی نہیں کیا تھا، البتہ حضرت والا نے ناچیز سے فرمایا تھا کہ "یہ مولوی مسرت بیمار رہتے ہیں، ان کے لیے دعا کرنا، ان کو ضعف معدہ اور صفرا وسودا کا غلبہ ہے، ان کے لیے دوا بھی تجویز کرو" اور احقر کی خاموشی کے بعد حضرت نے فرمایا تھا کہ "میں نے ان کے لیے فلاں فلاں یونانی دوائیں تجویز کی ہیں تم بھی مشورہ دو" چنانچہ انتثال امر میں بندہ نے چند باتیں عرض کردی تھی، جس میں چند دواؤں اور عرقیات کا نام بھی لیا تھا، حضرت والا نے اس ظلوم وجہول کی تجویز کی تصویب فرماکر اسی وقت مرحوم سے کہہ دیا تھا کہ صبح سے یہ نسخہ استعمال کرنا ہے، چونکہ بندہ فون پر ہی تھا، ادھر فون حضرت والا کے ہاتھ میں تھا، اس لیے یہ سب سن رہا تھا، اور اس اعزاز وتکریم اور محبت وشفقت پر بندہ کی حالت "گوشۂ کلاہ دہقاں بہ آفتاب رسید" کی مصداق تھی، حضرت والا نے فون دوبارہ مرحوم کو دیدیا، احقر نے کہا کہ آپ نے کبھی اپنی طبیعت کے متعلق کچھ بتلایا نہیں، اس پر وہ بولے کہ کچھ نہیں، ایسے ہی ہلکی سی سینہ پر جلن رہتی ہے، اس تمام گفتگو میں دل

کی کسی بیماری کا ضمناً بھی تذکرہ نہیں تھا، مولانا تھے بھی ہشاش بشاش، بہت اچھے موڈ میں گفتگو کر رہے تھے، یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ ہندوستان سے کچھ منگانا ہو تو بتلا دینا کچھ قریبی لوگ آنیوالے ہیں ان کے ذریعہ بھیجوا دونگا، دور دور تک بھی یہ احساس وگمان نہ ہونے دیا کہ:

''چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں''

اللہ تعالی نے مرحوم کی مغفرت فرمائے، اوران کے درجات بلند فرمائے، آہ! کیا معلوم تھا کہ اس دنیائے رنگ وبو میں مرحوم سے یہ آخری گفتگو ہو رہی ہے، صبح ہوتے ہی وہ جنت سدھار جائیں گے، بہر حال موت تو ہر جاندار کے لیے مقرر کردی گئی ہے، اس دنیا کی ریت یہی ہے:

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اس دنیا کی بے ثباتی کا کیا گلہ کیجئے، قانون قدرت یہی ہے ''کل نفس ذائقة الموت'' ہر جاندار کے لیے نوشتہ تقدیر ہے:

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا ۞ آدمی بلبلہ ہے پانی کا

یہ دن ہر کسی پر آنے والا ہے، اور یر سویر کا معاملہ ہے، جانے والے ہم بھی تیرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں، بس صحیح وقت کا علم ہمیں نہیں ہے، اللہ تعالی اس سفر کی تیاری کی توفیق دے، اس لیے کہ

جانے کب ہو جائیں ساز دل کے پردے نغمہ ریز
ہر نفس کو گوش بر آواز رہنا چاہئے

ہر موت زندہ انسانوں کے لیے عبرت ہے: فاعتبروا یا اولی الابصار'' ڈاکٹر صاحب جیسا کہ احباب سے معلوم ہوا کہ اس مصیبت عظمیٰ کے موقعہ پر حضرت والا باوجود شدید تاثر کے مجسم، صبر وشکر اور پیکر تسلیم ورضا بنے رہے، واقعہ بھی یہی ہے کہ اس عمر میں اتنا بڑا حادثہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، مگر حضرت والا کی اس مصیبت عظمی کے موقعہ پر استقامت علی الصبر اس سے بھی بڑا واقعہ ہے۔

یقیناً تمام ہی اہل خانہ، اہل تعلق اور خدام کو حضرت کی اس استقامت سے تقویت ملی ہوگی، یہ مقام تفویض وتوکل، یہ صبر وشکر اور یہ مرتبۂ تسلیم ورضا ہر ایک کا مقدر کہاں:

''یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا''

یہاں مدینہ منورہ میں بھی حضرت والا کے عقیدت کیش اس حادثۂ جانکاہ پر مغموم وافسردہ ہیں:

ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں اب وحشت میں
ہائے دامن نہ رہا، ہائے گریباں نہ رہا

ڈاکٹر صاحب! ہم میں سے ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے، کس کس سے تعزیت کیجئے، کس کس کو پرسا دیجئے، سبھی سوگوار ہیں، ہر شخص اس کو اپنا ذاتی حادثہ اور غم سمجھ رہا ہے، بس شریعت مطہرہ کی اتباع میں شدت تاثر سے یہ چند باتیں نوک قلم پر آگئی ہیں، ہم سب خدام حضرت والا نیز آپ اور آپ کے تمام برادران، خواہران، مرحوم کے اہل خانہ اور تمام ہی عزیز واقارب سے تعزیت کرتے ہیں، آپ سب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو۔

بے ساختہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تعزیتی اشعار کا مفہوم یاد آرہا ہے، جو امام شافعی نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی کے صاحبزادہ کے انتقال پر موصوف نے تعزیت کرتے ہوئے لکھتے تھے کہ ''میں دین کی اتباع میں تم سے تعزیت کررہا ہوں، نہ کہ اس یقین پر کہ مجھے زندگی کا بھروسہ ہے، اس لیے کہ یہ حقیقت ہے کہ نہ تو تعزیت کرنے والے ہی باقی رہیں گے، نہ وہ لوگ جن سے تعزیت کی جارہی ہے''۔

اس مصیبت کے موقعہ پر ہم سبھوں کے لیے اس اعرابی کی بات میں کافی تسلی کا سامان موجود ہے، جو اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے موقعہ پر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تعزیت کرتے ہوئے کہی تھی:

اصبر نكن بك صابرين فانما
صبر الرعيته بعد صبر الراس
خير من العباس اجرك بعده
واللّٰه خير منك للعباس

کہ آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اس وقت صبر کرتی ہے، جب بادشاہ صبر سے کام لے، حضرت عباسؓ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور اللہ تعالی آپ کے لیے حضرت عباسؓ کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

صدمہ بہت شدید ہے، سانحہ انتہائی الم انگیز ہے، صبر بہت مشکل ہے، مگر کرنا ہی پڑے گا، فریاد وماتم سے تقدیر تو نہیں بدل سکتی، ساری دنیا کے آنسو مل کر بھی مرحوم کو اس دنیا میں واپس نہیں لا سکتے، مگر ہاں جہاں سے جراحتیں ملتی ہیں وہیں سے مرہم بھی تو ملتا ہے، شریعت مطہرہ میں ہم سب کے لیے تسکین کا کافی سامان موجود ہے۔

چنانچہ حدیث پاک کے مفہوم کے مطابق مؤمن مرد وعورت، جان ومال اور اولاد میں برابر مصیبت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملتے ہیں کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح وہ مفہوم فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ سب سے زیادہ مصیبتوں سے انبیاء کو دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کے بعد ان کو جوان کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، لوگوں کی آزمائش ان کے دین کی مناسبت سے ہوتی ہے، جس کا دین جتنا مضبوط ہوتا ہے، اتنی ہی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، جس کا دین کمزور ہوتا ہے، اس کی آزمائش بھی ہلکی پھلکی ہوتی ہے، آدمی برابر مصیبت میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، اس دنیا کا یہی حال ہے، یہاں کسی کو قرار نہیں، کسی کو سکون نہیں، سبھی مصائب وآلام میں گرفتار ہیں:

آرام سے ہے کون اس جہانِ خراب میں
گل سینہ چاک اور صبا اضطراب ہیں

بس اب تو مرحوم کی روح کے سکون کے لیے سب سے بڑا پیام راحت وسکون یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مرحوم کے لیے ایصال ثواب کیا جائے، قرآن خوانی، صدقہ خیرات اور دیگر تمام مسنون طریقوں سے مرحوم کو ثواب پہنچایا جائے۔

الحمدللہ یہاں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قرآن خوانی بھی کی گئی، اور حسب مقدور مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے صدقہ خیرات بھی کر دیا گیا، دعاء مغفرت برابر جاری ہے، انشاءاللہ جمعرات کو مکہ مکرمہ جا کر مرحوم کے لیے عمرہ کرنیکا بھی ارادہ ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے آمین

مولانا مرحوم بے پناہ خصوصیات کے مالک تھے، سب سے بڑی خصوصیت تو ان کی جو اگرچہ غیر اختیاری تھی، یہ ہی تھی کہ ان کا خانوادۂ نبوت سے خونی رشتہ تھا، جس کا نمایاں اثر ان کی شخصیت میں جھلکتا تھا، جن اعلی اخلاق واقدار اور اعلی انسانی خصوصیات کے وہ مالک تھے ان کا بنیادی سبب ان کا یہی رشتۂ خونی تھا، مرحوم کی یہ خصوصیات اتنی نمایاں تھیں کہ ہر عاقل شخص ان سے مل کر یہی کہنے پر مجبور ہوتا تھا۔

از کدام باغ اے گل کہ چنیں خوش است بویت

اب مرحوم کی ایک ایک بات یاد آ رہی ہے، میرے لیے تو سب سے زیادہ فرحت وسرور بخشنے والی بات یہی تھی کہ بندہ موصوف کے اندر حضرت والا کی خصوصیات کی جھلک محسوس کرتا تھا، وہ "الولد سر لابیہ" کے مکمل طور پر مصداق تھے، اور میرے لیے سب سے زیادہ باعث کشش موصوف کی یہی خصوصیت تھی، کہ

اے گل بتو خرسندم کہ تو بوئے کسے می داری

ابھی چند ماہ قبل موصوف سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی ملاقات ہوئی تھی، جب مرحوم مع اہل خانہ عمرہ پر تشریف لائے ہوئے تھے، ناچیز نے پہلی ہی ملاقات میں ایسا محسوس کیا کہ

تمہاری شباہت کو ڈھونڈتا تھا دل
تمہاری شکل نہ دیکھی تھی جس زمانہ میں

ناچیز کی درخواست پر غریب خانہ مع اہل وعیال تشریف لائے اور پھر روز نہ ہی ملاقات ہونے لگی، احقر بعد نماز عشاء گھر سے تھوڑا بہت خورد ونوش کا سامان لے کر ان کی قیام گاہ پر حاضر ہو جاتا، مرحوم اپنے مخصوص انداز میں کہتے، اس قدر تکلف کیوں کرتے ہیں، پھر میری

دلداری کی خاطر قبول فرما لیتے، لطف یہ کہ مرحوم کی یہ ہلکی سی مزاحمت بھی ایک دو دن بعد ختم ہوگئی تھی، فجزاہ اللہ خیرالجزاء۔

مجھ سے کہتے کہ آپ بھی کھانا ساتھ کھائیں، بندہ بایں الفاظ معذرت کردیتا کہ آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھانا کھائیں، میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھر جاکر کھاؤں گا، اس پر وہ خاموش ہو جاتے اور معاً بعد چائے یا کسی ٹھنڈے مشروب سے میری ضیافت کرکے مجھے رخصت کردیتے، ابھی رمضان سے قبل بندہ کا ہندوستان کا سفر ہوا تھا، بندہ گھریلو مصروفیات، عزیز و اقارب نیز احباب متعلقین سے ملاقاتوں میں اتنا مصروف ہوا کہ دو دن تک نہ تو ان کو فون کرسکا، نہ ہی سنسارپور حاضر ہوسکا، تیسرے دن مرحوم کا فون آگیا کہ آپ آئے نہیں، ہم تو منتظر ہیں، میرا فون نمبر انہوں نے کہاں سے لیا مجھے نہیں معلوم، مگر یہ ان کی محبت وتعلق کی ہی بات تھی کہ انہوں نے یاد فرمایا اور جب بندہ سنسارپور حاضر ہوا تو ضیافت وتکریم کی انتہا ہی کردی، جتنی بار بھی جانا ہوا، ہر مرتبہ وہی پرتکلف ضیافت فرمائی، اس بار میری اہلیہ اور دو چھوٹے بچے سلمان، بشریٰ بھی ہندوستان کے سفر میں ساتھ تھے، مجھے میری اس چوتھائی فیملی سمیت کھانے پر مدعو کیا، یہاں تک کہ بچوں کو ہدایا سے بھی نوازا، اپنی اور اپنی اہلیہ کی طرف سے آئندہ ہندوستان کے سفر پر سنسارپور ہی مستقل قیام کی دعوت بھی دے ڈالی، اب یہ سب باتیں خواب وخیال معلوم ہوتی ہیں:

مگر اب وہ اپنی قبر میں ہیں اور ہائے
ہماری دنیا کیسی بدل گئی ہے

ہر دوسرے تیسرے روز مولانا سے فون پر بات کرنیکا معمول سا بن گیا تھا، ہر بار ان کا یہ کہنا ضروری تھا کہ میرا اور میری بیوی بچوں کا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صلوٰۃ وسلام پیش کردینا، اور ہماری جلد حاضری کے لیے دعا، اور دعا کی درخواست بھی پیش کردینا۔

حرمین شریفین بالخصوص مدینہ منورہ سے ان کی محبت وعقیدت ان کی زندگی کا ایک روشن باب تھا، اگر میں یہ کہوں کہ وہ قالباً ہندوستان میں اور قلباً مدینہ میں رہتے تھے تو اس میں قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔

اپنے بچوں کے قلوب میں مدینہ اور مدینہ والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کی تخم ریزی کرتے، بچپن سے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت- جو دارین کی سعادت ہے- کا جذبہ بچوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے، بچوں سے کہتے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر چلیں گے۔

مدینہ منورہ سے یہ ان کی محبت وعقیدت کا ادنی سا تذکرہ ہے، بلاتکلف میں یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مجھ ناپاک بندۂ آثم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم اور والدین مرحومین رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کی دعاؤں کے طفیل بلا استحقاق جو باوقار و پرسکون قیام مدینہ منورہ میں عطا فرمایا ہوا ہے، اس کی وجہ سے دنیا بھر سے بزرگوں، احباب اور متعلقین کے پیغام آتے رہتے ہیں، کہ ہمارا صلاۃ وسلام بارگاہ رسالت میں پیش کردیا کریں، مگر مرحوم کا عقیدت ومحبت سے بھرپور جو لہجہ ہوتا تھا، چند حضرات کے علاوہ اس کی ادنی جھلک بھی کہیں محسوس نہ ہوئی، ہمیشہ حج عمرہ زیارت حرمین شریفین کی باتیں کرتے، اس مقدس سفر سے ان کی زندگی کی دلچسپیاں وابستہ تھیں، اس سلسلہ میں وہ اس عقیدہ پر تھے:

خاک یثرب از ہر دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ داماں اوست

انہیں حرمین شریفین کی ڈھیر ساری یادوں، تمناؤں، نیز زیارت حرمین شریفین کے شوق اور اسی ذکر وفکر میں وہ سلامتی ایمان کے ساتھ رخصت ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

مرحوم کی زندگی کا نصب العین خلق خدا کی خیرخواہی تھی، یہی ان کا پیشہ اور ان کی تمام تر جد وجہد کا حاصل تھا، مولانا کی زندگی سعدی علیہ

الرحمہ کے اس شعر کی آئینہ دار تھی۔

خیر کن اے برادر وغنیمت شمار عمر

زاں بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

جس کا زندہ ثبوت مرحوم کے جنازہ میں خلق خدا کا خود بخود اتنی کثیر تعداد میں شریک ہونا ہے، جس کی نظیر علاقہ میں نہیں ملتی، اس بے پناہ ہجوم میں نہ جانے کتنے حفاظ، قراء علماء اور کتنے اللہ کے مخلص نیک بندے ہوں گے، جن کے قلوب میں اللہ تعالی نے مرحوم کی محبت ومحبوبیت ڈال دی ہے، جنازہ میں اس قدر ہجوم کا ہونا مرحوم کے عنداللہ محبوب ومغفور ہونے کی علامت ہے، حدیث شریف "ثم یوضع لہ القبول فی الارض" کا زندہ ثبوت:

چل ساتھ کہ حسرت دل محروم سے نکلے

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ہم امید رکھتے ہیں کہ جس ذات نے اپنی مخلوق کے قلوب میں اس قدر محبت ڈالدی ہے وہی ذات مرحوم کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر قبر سے حشر تک کی ساری منزلیں آسان فرمائے گا، محض اپنی رحمت سے ہمارے مسلک کے مطابق مرحوم کی قبر پر یقیناً نہ گنبد بنے گا نہ ہی مجر تیار ہوگا؛ لیکن ہمیں یقین ہے کہ رحمت الٰہی کا شامیانہ ہمیشہ ان کی قبر پر سایہ فگن رہے گا:

آسماں تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حسب الحکم حضرت والا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صلوۃ وسلام کے بعد دعاء مغفرت اور شفاعت کی درخواست پیش کردی تھی، اللہ تعالی نے مرحوم کو وہاں ہر طرح کا عیش وراحت نصیب فرمائے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اپنی رحمت کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں یہ عرض ہے کہ میری اہلیہ زینت بدر کی طرف سے بطور خاص مرحوم کی اہلیہ اور بچوں سے تعزیت فرمادیں، سلام کے بعد یہی درخواست کررہی ہیں، جب سے سنا ہے صدمہ کی سی کیفیت میں ہیں، مرحوم کی اہلیہ اور بچوں کی حالت سوچ سوچ کر روتی رہتی ہیں، مرحوم کے لیے ایصال ثواب میں بساط بھر کوشش میں لگی ہوئی ہیں، ہم دور افتادہ اس سے زیادہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں، مگر یہ سوچ کر کلیجہ منھ کو آتا ہے کہ جب ہم لوگوں پر اس قدر تاثر کی شدت ہے، تو آپ حضرات کا کیا حال ہوگا، ہائے قبرستان سے کیسے لوٹے ہوں گے؟ آسان تو نہیں ہے:

شکر یہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

حضرت والا کو بھی یہ مضمون پڑھ کر سنا دیجئے گا، اور مرحوم کی اہلیہ اور بچوں کو بھی، باقی تمام بھائی بہنوں اور عزیز واقارب کی خدمت میں مضمون واحد، حضرت سے سلام کے بعد دعا کی درخواست کردیجئے گا کہ ایک گنہگار، بدحال وآوارہ -جس کو آپ نے اپنے سے منسلک فرمالیا ہے- کے لیے دعاء خاتمہ بالخیر اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی تمنا کی تکمیل کی دعا بھی فرمادیں:

الٰهی نجنی من کل ضیق

بجاه المصطفی مولی الجمیع

وهب لنا قرارا فی مدینته

ورزقا ثم دفنافی البقیع

آمین یارب العالمین

اپنی آوارگی، بدحالی مگر پہلے سے بہتر حالت کے متعلق مستقلاً خط لکھوں گا، مقصد اپنی حالت سے مطلع کرنا اور مزید رہنمائی دعا اور توجہ کی درخواست ہے، اللہ تعالی حضرت والا کا سایہ ہم خدام پر صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھے، حضرت کے فیض سے ہمیں محروم نہ فرمائے، ویسے تو:

اس مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

مگر اللہ تعالی حضرت کے وجود جسمانی سے بھی محروم نہ فرمائے۔ آمین

سب کی خدمت میں سلام عرض کردیجئے گا، سب بچوں کو ڈھیر سارا پیار۔ کار لائقہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

حکیم محمد عثمان قاسمی: مدینہ منورہ، پوسٹ بکس 25611

نقوش حیات

زندگی کے کرشمے اور حقیقی مسرت

افادات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ....مرتب: مولانا محمد عزیز اللہ ندوی ادارۃ الصدیق بھٹ

حیاۃ طیبہ کیاھے ؟:

حمد وثنا کے بعد مولانا نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی "من عمل صالحا من ذکر أو انثی" جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کو ہم اچھی زندگی گزروائیں گے، ہم اس کو حیات طیبہ عطا کریں گے اور بہترین اجر آخرت میں دیں گے، یہ خدا کا ایک بہت بڑا اعلان ہے، بہت چونکا دینے والا وعدہ ہے، بڑی ضمانت ہے، مرد اور عورت کی اس میں تخصیص نہیں، یہ اس لیے کہ ہر آدمی کو اچھی زندگی کی خواہش ہے، زندگی سب سے زیادہ محبوب چیز ہے، زندگی کی ہر چیز میں مزہ ہے، کھانے میں مزہ ہے تو زندگی کی بدولت، صحت کا مزہ ہے تو زندگی کی بدولت، اولاد کا مزہ ہے تو زندگی کی بدولت یہ سب زندگی کے کرشمے، زندگی کے کھیل ہیں، اگر ہم نہیں ہیں تو ہماری بلا سے ہمیں ان سے کیا فائدہ۔

زندگی بے ثباتی:

اگر دنیا میں نعمتیں لٹ رہی ہیں، لذتیں برس رہی ہیں، آسمان سے برکتیں اتر رہی ہیں، زمین سونا اگل رہی ہے، اولاد سے گھر بھرا ہوا ہے، ہر وقت گھر میں، محلّہ میں، شہر میں جشن ہو اور ہماری آنکھ بند ہو گئی تو عید ہو یا بارات، رنج ہو یا خوشی، ہمارے گھروں میں، محلّہ میں دسترخوان بچھے ہوئے ہوں تو ہمیں کیا حاصل، تمام خوشیاں و مسرتیں تو زندگی کے دم سے ہیں، جہاں آنکھ بند ہوئی تمام چیزیں بے کار و بے معنی ہیں، زندگی تمام دلچسپیوں کا مرکز ہے، ہر چیز میں شیرینی زندگی کی بدولت ہے؛ لیکن ہم ناقص العقل، کم فہم، کم علم، بے تجربہ کار، ہم نہیں جانتے کہ اچھی زندگی کیا ہے، ہماری مثال تو بچہ کی سی ہے، کہ مٹھائی کھانے کو ملے اور من مانی کرنے دی جائے، پڑھنے نہ دیا جائے، اگر وہ گھر کی چھت سے گرنے کو کہے تو کوئی نہ روکے، کوئی ناز بردار باپ ایسا نہ ہوگا کہ وہ ایسا کرنے دے، ہمارے نقشہ پر تو زندگی ایسی ہے کہ بچے سے جوان ہوئے تو بڑھیا کپڑے ملیں، کھیلنے کو ملے، امیر گھرانوں میں گڈے کے شادیاں بڑے دھوم دھام سے ہوتی ہیں، تمام محلّہ والوں کو دعوت دی جاتی ہے۔

عمر اور عقل کا فرق:

یہ تو بچوں کا کھیل ہے، خرافات ہے، بچوں کو آپ سمجھائیں لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا جس طرح عمر کا فرق ہوتا ہے اسی طرح عقل کا فرق ہوتا ہے، ایمانی عقل دوسری ہی چیز ہے، ایک کی زندگی دوسرے کو حماقت معلوم ہوتی ہے، ایک کا بگڑنا دوسرے کو سنورنا معلوم ہوتا ہے، یہ تجربہ کار سے پوچھئے، یہ ان کے نزدیک خواب وخیال ہے بچوں کا کھیل ہے، جن کو اللہ چشم بصیرت عطا فرما دیتا ہے، اصل زندگی کی بہار جن کو نظر آجاتی ہے، ان کو یہ بچوں کا کھیل ہی نظر آتا ہے، حیات طیبہ اگر کوئی کہے کہ یہ آخرت کی زندگی سے متعلق ہے تو کہیں گے کہ وہ تو ابدی زندگی ہے مگر یہ بات کہاں ہے کہ دنیا میں ٹھوکریں کھلوائیں گے، میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ دنیا وآخرت کی زندگی سدھروا دیں گے، آخرت میں تو بے شک ان کو آرام ملے گا، دنیا میں بھی اچھی زندگی اور آخرت میں بھی حیاۃ طیبہ عطا فرمائیں گے، ارشاد ربانی ہے "جن لوگوں نے معصیت کی ان کو اس کا مزہ یہیں چکھا دیں گے"۔

دل کو ہلادینے والا اعلان:

دوسری جگہ ارشاد ہے ”فلا تعجبك اموالهم و لا اولادهم“ جن لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا، آخرت کو فراموش کر دیا، ان کے لیے یہ سخت ترین نوٹس ہے، سخت ترین اعلان ہے، بدن کے رونگٹے اس اعلان سے کھڑے ہوجانا چاہئیں، خدا فرماتا ہے اسی دنیا کی زندگی میں ہم ان کو مزہ چکھادیں گے، ہم ان کو پیس پیس کر ماریں گے، ایسے کوڑے ماریں گے کہ تمام نشہ اتر جائے گا، اس اولاد سے جو بڑے ارمانوں سے ملی، خون وجگر پلا پلا کر، جسم وجان کو گلا گلا کر پالا گیا، جس اولاد کے لیے ناکردنی کی، خدا کو بھلا دیا تو یہ اولاد تمہارے گلے کا طوق بن جائے گا۔

ماں کیا ہے اور کیا ہوگئی:

عورتوں کو بچے پالنے میں جن مصائب سے گزرنا پڑتا ہے اس کا تھوڑا حصہ اگر کوئی برداشت کرے تو میں اس کی ولایت کی قسم کھاتا ہوں، بچہ کی بیماری میں جو ماں کے دل پر گزرتی ہے، مائیں روتی ہیں، بلکتی ہیں، تڑپتی ہیں، اس کو عورتوں سے زیادہ کون جانتا ہے، یہ لاڈوں سے پالی ہوئی اولاد جب بڑی ہوئی تو ماں باپ نے اچھا انتخاب کیا، شادی کی، مال وزر خرچ کیا، نذرانے پیش کئے، اس کے بعد لڑکے کا دل ماں سے بھر گیا، بیوی کے تمام عزیزوں سے ملاقات اور تعلقات قائم؛ لیکن وہی ماں جس نے اس کو بڑے ناز وانداز سے پالا تھا، وہ ڈائن اور پھوہڑ ہوجاتی ہے، یہ ذلت کتنی بڑی ہے کہ دل پر آرے چلتے ہیں اور یہ بیٹے چلاتے ہیں، شادی کے بعد معلوم ہوتا ہے رشک جنت گھر جہنم کا نمونہ بن گیا۔

ماں اور بیوی کا فرق:

بعض زن مریدی میں ایسے دیوانے ہوئے کہ انہوں نے بیوی کی خاطر شہر چھوڑ دیا، شہر ہی نہیں ہندوستان چھوڑ دیا، یہ سب دنیا میں ہوتا ہے اور گھر گھر میں ہو رہا ہے، اولاد اور دکھ یہ ایسی بات ہوئی کہ ٹھنڈک میں گرمی، آگ میں پانی، پانی میں آگ، اندھیرے میں اجالا، ماں اپنے بیٹے کو کیسے بھول سکتی ہے، نہ تعلق رکھ سکتی ہے اگر وہ گھر میں داخل ہوا تو بحث وتکرار شروع ہوگئی، ماں کا کام ہے خاموش سنتی رہے، اپنی زبان میں قفل ڈالے، اس کو بولنے کا کوئی حق نہیں اور بیوی کو پیغمبر کی طرح بے قصور سمجھ لیا، اس کے متعلق کوئی سن نہیں جاسکتی، یہ وہی اولاد ہے جس کی خاطر ماں اپنی رات آنکھوں میں کاٹ دیتی ہے، ذرا اس بچہ کو تکلیف ہوجائے تو بیکل ہوجاتی ہے، کہاں کا آرام، کہاں کا سکون، سراپا اضطراب بن جاتی ہے یہ ہوا اولاد سے سخت ترین عذاب۔

مال ایک عذاب:

مال آیا تو قانون کی مصیبت آئی طرح طرح کی مصیبتیں لاحق ہوئیں، کچھ نہیں تو ۹۹ر کے پھیر میں پڑ گئے، موٹر کا روگ لگ گیا، میں تو کہتا ہوں کہ تپ دق لگ گیا، اولاد اور مال تو سکھ کے لیے ہیں نہ کہ دکھ کے لیے، مال میں کوئی کمی نہیں لیکن بیماری لگ گئی، ڈاکٹروں کی فیس میں پیسے لگ رہے ہیں، آب وہوا کی تبدیلی میں پیسے لگ رہے ہیں، یہ سزائیں کس نے تجویز کی تھیں کہ مال ان چیزوں میں گھس رہا ہے اور مہلک بیماریاں لگ رہی ہیں، امیروں کی بیماریاں بھی امیر ہوتی ہے، بیماریوں کی وجہ سے نہ دن کو آرام نہ رات کو، حقیقی آرام ان کو حاصل ہی نہیں ویسے مال بھی ہے اور بنگلے بھی، چوبیس گھنٹے جان ہتھیلی پر رہتی ہے، نہ تعلیم سے کچھ ہوتا ہے نہ دولت سے، سکھ کا تعلق کسی اور چیز سے ہے، حقیقی مسرت کسی اور چیز میں ہے، روحانی سکون کسی اور چیز میں ہے۔

حقیقی راحت:

دنیا کی زندگی میں حقیقی راحت واقعی انھیں کو ہوتی ہے جن گھروں میں عقائد کی یکسانی ہو، معیاروں میں یکسانی ہو، معاشرت میں یکسانی ہو، اولاد کی معیت ہوگی تو کوئی فکر نہ معلوم ہوگی، موت موت معلوم نہ ہوگی، اس کا شوق بڑھے گا، اس سے گھبراہٹ نہیں ہوگی، جنت کی تعریف سب سے بڑی یہ ہے کہ وہاں خوف وغم نہ ہوگا، جن گھروں میں عقائد میں یکسانی ہو، معیاروں میں یکسانی ہو، اس دنیا میں ان کو جنت کا مزہ آجاتا ہے اس کے بعد موٹا جھوٹا کھانا ملے، دال کھانے کو ملے تو اس

میں جو مزہ ہے دنیا کی کسی بڑی نعمتوں میں نہیں ہوگا۔

ایک مثال:

ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ میں ایک ایک دن تمام لوگوں کے یہاں کھانا کھاؤں گا، لوگوں نے جس کی باری آئی خوب اہتمام کیا، ایک حکیم جی کی باری آئی تو انہوں نے بیوی سے کہا وہ جوار کی روٹیاں اور دال بگھار کر رکھ دے، بیوی نے کہا کہ شاید ان کا دماغ خراب ہوگیا، حکیم صاحب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ جنگل میں ہرن بہت ہوگئے ہیں ان کا شکار کیا جائے بادشاہ شکار کے لیے نکل پڑے، دن بھر گھومتے گھومتے تھک گئے، لیکن ایک ہرن بھی ہاتھ نہیں آیا، شام کو حکیم صاحب نے کہا کہ چلئے کھانا کھایا جائے، بادشاہ بھوک سے بے حال تھے دال اور جو کی روٹی پیش کی گئی تو بادشاہ نے بڑے شوق سے کھائی۔

کھلی جو کتاب:

اگر بھوک اور حقیقی مسرت ہو تو دال روٹی بھی ایک بڑی نعمت معلوم ہوتی ہے، جن گھروں میں خدا نے سکون عطا فرمایا ہے جو گھر باہمی مناقشوں سے خالی ہیں وہاں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ چہرے کھلے پڑتے ہیں، ہر ایک دوسرے کے لیے قربانی پر آمادہ نظر آتا ہے، ماں چاہتی ہے کہ پہلے بچے کھائیں اور بچے یہ چاہتے ہیں کہ ماں کھائے نہ کسی کے دل میں کینہ، نہ کسی سے شکوہ نہ کسی سے شکایت، ہر شخص خوش وخرم نظر آئے گا، یہ خدا کی بڑی نعمت ہے، جن گھروں میں یہ چیز ہے، یہ جنت کا مزہ نہیں تو کیا ہے، جنت کی روح ہر وقت کی خوشی ہے، جنت دل کی خوشی اور غم وخوف سے نجات سے عبارت ہے۔

فیشن ایبل بیوی:

ہمارے دوستوں نے ہمیں بتایا کہ آج کل تعلیم یافتہ لڑکیوں میں شادی نہ کرنے کا رجحان عام ہے، شوہر دن بھر کا تھکا ہارا گھر آئے تو سیاست پر بحث شروع ہوگئی کہ آپ نے آج ٹائمز آف انڈیا میں فلاں خبر پڑھی ہوگی، شوہر نے کوئی بات کہی تو بیوی نے کہاں کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، میں نے تو فلاں کتاب میں یہ پڑھا تھا۔

آرام او ر تعیش کی پیدوار:

بڑے گھروں میں صوفے ہیں، بلڈنگیں ہیں، باتھ روم ہیں؛ لیکن دل کی خوشی نہیں، دل کا سکون نہیں، شوہر عورت سے بدگمان ہے، عورت شوہر سے بدگمان ہے، کہاں کی موٹر، کہاں کی گاڑی، آدمی کہے گا یہ سب لے جاؤ؛ لیکن دل کا سکون دے دو، ایک بزرگ کہتے تھے کہ جنت تو میں اپنے سینہ میں لئے پھرتا ہوں، اس کو کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا، چھوٹے گھروں میں روٹی دال ہے، ہفتوں گذر جاتے ہیں منہ کا مزہ بدلنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملتی، اگر دلی سکون ہے تو دال روٹی ہی ان کو بڑی نعمت معلوم ہوتی ہے کسی عورت کا بچہ بیمار ہے اور عورت کو دعوت میں بلا لیا جائے، اگر وہ دعوت میں گئی تو اس کو ہر چیز بری معلوم ہوگی اس کو یہ معلوم ہوگا کہ ہر چیز اس کا مذاق اڑا رہی ہے، یاد رکھئے دل چین سے ہے، تو بدن چین سے ہے، دل چین سے نہ ہو تو بدن چین سے ہرگز نہیں ہوسکتا، گدے گدے معلوم نہیں ہوں گے، کانٹوں کا بستر معلوم ہوں گے، ہمیں اس حیاۃ طیبہ کے لیے جان قربان کرنا چاہئے، حیاۃ طیبہ فقر سے ملے تو مبارک، کم تعلیم سے ملے تو مبارک، میلے کپڑوں سے ملے تو مبارک، مصیبتوں کے ساتھ ملے تو مبارک ہفت اقلیم کے ساتھ ملے تو مبارک، حجاج بن یوسف بدنام بہت ہے، وہ ایک دن بیٹھا کھانا کھا رہا تھا، ایک بدو پاس سے گزرا تو اس سے کہا کہ آؤ کھانا کھالو، جب کھانا کھا چکا تو حجاج نے کہا کہ کیا حال ہے، اس میں نہ باورچی کی مہارت کو دخل ہے نہ مصالحہ کو دخل ہے بلکہ آپ بے فکر رہیں کہ دشمن آپ کے پیچھے نہیں، کسی قسم کا خطرہ آپ محسوس نہیں کررہے ہیں، اگر آپ کے پیچھے دشمن ہوتے اس میں کیا خاک مزہ ہے۔

❁❁❁❁❁

not found.

محاسبہ

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو سہی مسلمان بھی ہو؟

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

مجھے اس وقت اپنے بچپن میں جب میری عمر غالباً پندرہ سولہ سال تھی اپنے گھر میں والد صاحب مرحوم کی طرف سے روزانہ منگوائے جانے والے اخبارات میں صفحہ اول پر شائع ہونے والی ایک تصویر رہ رہ کر یاد آ رہی ہے، جس میں ہندوستان کے سابق صدر گیانی ذیل سنگھ اپنی عین صدارت کے دوران جس پر وہ ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۷ء فائز تھے ایک دن اپنے مذہبی مرکز گردوارہ ٹیمپل امرتسر پنجاب میں مندر کے باہر دروازہ پر بیٹھ کر کنارے رکھے ہوئے زائرین کے جوتوں کو صاف کر رہے تھے، یہ سزا ان کو سکھوں کی مذہبی قیادت کی طرف سے گولڈن ٹیمپل پر فوجی حملے میں حکومت ہند کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے دی گئی تھی، اور ان کے مذہبی مرکز کے تقدس کی پامالی کا کفارہ ان سے اس صورت میں کرایا جا رہا تھا جس کو انھوں نے بسر وچشم اپنے عہدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قبول بھی کیا، ابھی کچھ دن پہلے ہماری موجودہ صدر جمہوریہ محترمہ پرتبھا پاٹل کی ایک تصویر بھی نظر سے گزری جس میں وہ ہمارے ایک مسلم پڑوسی ملک کی خاتون ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات کر رہی تھیں، محترمہ سر سے پیر تک ہندو مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود اتنی پردہ پوش تھی کہ فل آستین کی بلاوز میں ٹخنوں سے نیچے تک ساڑی میں ایسی ملبوس تھیں کہ پیر کے ناخن تک نظر نہیں آ رہے تھے سوائے ان کے چہرے اور ہتھیلیوں کے ان کا پورا جسم ڈھکا ہوا تھا، ان کی یہ تصویر ہمیں ان کے بیرونی ممالک کے سفر میں بھی نظر آئیں اور خود ہمارے ملک میں یورپی سربراہوں کے استقبال میں بھی؛ لیکن افسوس کہ دوسری طرف ہماری جن مسلم بہنوں کا وہ استقبال کر رہی تھیں، بحیثیت مسلم خواتین شریعت کی ہدایات کے مطابق ان میں سے کسی کا سر ڈھکا ہونا تو دور کی بات اکثروں کی گردنیں اور بعضوں کے سینے بھی ان کی بے حیائی اور آزادیٔ فکر کا واضح ثبوت دے رہے تھے، اور کچھ خواتین تو کہنیوں سے اوپر شانوں تک اپنے کھلے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اسلام سے اپنی نسبت کا مذاق اڑا رہی تھیں، تیسرا واقعہ بھی اسی سلسلے کا سنئے وہ زیادہ پرانا نہیں، ۱۹۷۹ء سے ۸۴ء تک ہمارے ملک کے ایک نائب صدر جمہوریہ جسٹس ہدایت اللہ ہوا کرتے تھے، جن کی نسبت اتفاق سے اسلام ہی کی طرف تھی، وہ ۱۹۶۹ء میں دو ماہ قائم مقام صدر جمہوریہ بھی رہے، اس کے علاوہ ۱۹۶۸ء سے ۷۰ء تک ملک کے سب سے بڑے قانونی عہدے یعنی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے منصب پر بھی فائز رہے، اسلام سے ان کی نفرت ووحشت کے تعلق سے اگر میں ان کی زندگی کے کچھ واقعات بیان کروں تو آپ کہیں گے کہ شاید انہوں نے انتقال سے پہلے اپنے ان غیر اسلامی کاموں سے توبہ کر لی ہو، اس لیے میں ان کے آخری لمحے کا واقعہ سناتا ہوں، انہوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنے کے بجائے ہندوؤں کی رسم کے مطابق جلا دیا جائے، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔

مذکورہ بالا واقعات میں موجود تینوں شخصیات کی ان حرکات وسکنات اور افعال واقوال پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے، تینوں کا تعلق اگرچہ الگ الگ مذہب ہندوازم، سکھ ازم اور اسلام سے ہے، لیکن تینوں ہمارے اسی ملک کے باشندے اور یہاں کے سب سے

بڑے منصب پر فائز رہ چکے ہیں، ایک طرف اول الذکر دونوں صدور ہند کا اپنے مذہب پر کس قدر اعتماد ہے، گیانی ذیل سنگھ ملک کے سب سے بڑے عہدے پر فائز رہنے کے باوجود اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ ان کے متعلق یہ تأثر قائم ہو کہ ان کو سکھ مذہب سے کسی جرم کی پاداش میں خارج کردیا گیا، اپنے مذہب سے اپنی وابستگی کو باقی رکھنے کے لیے وہ حقیر و ذلیل کام کرنے کے لئے بھی تیار ہوئے، چاہے دنیا والوں نے ان کی اس تصویر سے جو کچھ بھی تأثر لیا ہو، اسی طرح محترمہ پرتیبھا پاٹیل عہدہ صدارت پر برقراری کے لالچ میں کوئی ایسا کام کرنا نہیں چاہتیں جو آج کے ترقی یافتہ دور میں فیشن کے نام سے ایک سفارتی ضرورت ہے اور اس منصب سے میل کھانے والی بات ہے، اپنے سر سے لمحہ بھر کے لیے دوپٹہ ہٹانا یا اپنی ہتھیلی یا پیر کے ٹخنوں تک کی نمائش ان کو قبول نہیں، دوسری طرف جسٹس ہدایت اللہ ہیں جن کو اپنے مذہب سے جو اس کائنات کا سب سے برحق، معقول، منطقی، فطری اور عقلی مذہب ہے، اپنی زندگی میں اس کی طرف نسبت پر ان کو نہ صرف عار رہے بلکہ مرنے کے بعد بھی مسلم قبرستان میں دفن ہو کر اس کی طرف منسوب ہونے پر وہ شرم محسوس کر رہے ہیں، دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہئے کہ اول الذکر دونوں صدور کو اپنے مذہب پر کس قدر اعتماد ہے اور آخر الذکر کو کس قدر عار۔

آخر اس کے کیا اسباب ہوسکتے ہیں:

قرآن وحدیث کی روشنی میں جب ہم ان تینوں واقعات کے پس پردہ موجود اسباب ومحرکات کا سنجیدگی سے تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کہ بچپن میں ان دونوں صدور کی مستحکم مذہبی تعلیم نے ان کا اپنے مذہب پر اعتماد بحال رکھا اور آخر الذکر کو ان کی ابتدائی عمر میں اسلامی و دینی تعلیم دلانے میں ان کے والدین اور سرپرستوں کی کوتاہی نے اس عبرتناک انجام تک پہنچادیا، ان سب کا خلاصہ یوں سامنے آیا کہ حق ہو یا باطل جب تک اس پر محنت نہیں ہوتی وہ اپنا اثر نہیں دکھاتا، باطل مذاہب پر جب محنت ہوئی تو اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور حق پر توجہ نہیں دی گئی تو اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا، دنیا میں اثرات ونتائج محنتوں پر مرتب ہوتے ہیں، جن والدین نے اپنے مذہب پر اپنی اولاد کو باقی رکھنے کی کوششیں کیں اس کے نتائج سامنے آئے اور اسلام کے برحق ہونے کے باوجود والدین کی طرف سے اس سلسلہ میں بے توجہی برتی گئی تو اس کے منفی اثرات سامنے آئے، آج ہم اپنے اردگرد معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمارے پورے ملک یا صوبے ہی میں نہیں بلکہ ہمارے گاؤں اور آس پاس کے علاقوں میں ایسے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہدایت اللہ نظر آئیں گے جو اگر چہ مرنے کے بعد اپنے آپ کو جلانے کی وصیت تو نہیں کر رہے ہیں، لیکن اسلام پر ان کا اعتماد ختم ہو چکا ہے، مومن اور مسلم کہلائے جانے کے باوجود اسلام سے متعلق اپنے تشکیکی افکار وخیالات اور غیر اسلامی نظریات کی وجہ سے چاہے دنیا والوں میں ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہو لیکن عنداللہ عملاً وہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، دنیا کی ترقیات سے مرعوب ہو کر وہ اسلامی قوانین واحکام میں لچک ونرمی کا مطالبہ کرنے اور اپنے کو سیکولر اور ملک کے وفادار وہمدرد ثابت کرنے کے لیے غیر مسلم دانشوروں کے وہ نہ صرف شانہ بشانہ بلکہ بعض اوقات ان سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں، عیسائی مشنری اسکولوں میں اپنے بچوں کے زیر تعلیم ہونے پر وہ فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ روزانہ ان اسکولوں کی صبح کی اسمبلیوں اور کلاسس میں ان کی زبانوں سے کفریہ اور شرکیہ کلمات ادا ہو رہے ہیں، کلچرل پروگراموں اور تفریح کے نام سے وہ ایسے پروگراموں کا حصہ بنتے ہیں جس میں ناچ گانوں اور نغمات وسرور ہی نہیں بلکہ غیر اسلامی حرکات وسکنات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، یہ تو خیر غیر اسلامی اور مشنری اسکولوں اور کالجوں کا حال ہے، جہاں بڑی تعداد میں خود عیسائیوں سے زیادہ مسلم بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں، خود اپنے مسلم مینجمنٹ اسکولوں کا یہ عالم ہے کہ اس کے ذمہ داروں کا وہاں زیر تعلیم مسلم طلباء کو دین پر باقی رکھنے کی فکر کرنا تو دور کی بات ان کو اسلام سے ان کے اسکولوں کی نسبت

پر بھی شرم محسوس ہوتی ہے اور خود عیسائیوں کی طرح ان کے اسکولوں کے نام بھی میری اور سینٹ سے شروع ہوتے ہیں تا کہ دور دور تک کسی کو ان کے اسکول کے مسلم اسکول ہونے کا شبہ نہ ہو، جہاں اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے کھڑے ہو کر استنجاء کرنے کے پیشاب خانے، بالغ بچیوں کے ساتھ بچوں کی مخلوق تعلیم، اسکول کیمپس میں وقفہ تعلیم میں طلباء وطالبات کے گارڈنوں میں بیٹھ کر بے تکلف ہنسی مذاق کے بے حیا مناظر کو بھی وہ ثقافت اور کلچر کا حصہ سمجھتے ہیں، ان سے اپنے اسکولوں میں اسلامی تعلیمات کی گنجائش نکالنے کی امید کیونکر کی جاسکتی ہے۔

پھر اس کا تدارک کیسے ہو؟

اب سوال یہ ہے کہ ہماری نئی نسل کو جو ۹۶ ر فیصد سے زیادہ عصری درسگاہوں میں زیر تعلیم ہے کیسے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ان کو اسلام پر باقی رکھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے؟ اور کیسے اسلام پر ان کے اعتماد کو بحال کیا جاسکتا ہے؟ اس کے لیے ہمیں عیسائی مشنریوں کے طرز عمل اور طریق کار سے سبق لینا چاہئے، عیسائی مشنریاں اپنے تبلیغی اور مشنری مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تعلیم کے حوالے سے بڑے بڑے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجس قائم کرنے پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کرتیں اس لیے کہ ان کو پتہ ہے کہ اعلی تعلیم کے ان مراحل میں طلباء کی ذہن سازی علم نفسیات کی روشنی میں ممکن ہی نہیں، نیم پختہ ذہنوں کو اگر منصوبہ بندی کے ساتھ ابتدائی درجات سے بالخصوص ساتویں سے بارھویں تک کی تعلیم کے دوران اگر کسی فکر یا نظریہ پر موڑ دیا جائے تو آئندہ چل کر دنیا کے کسی بھی مرحلے میں ان طلباء کے ذہنوں میں قائم نظریات وافکار کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے ان کا پورا زور صرف بارھویں تک کے عصری تعلیمی نظام کے قیام پر ہوتا ہے، چنانچہ آپ خود ہمارے ملک میں دیکھیں گے کہ خانگی اسکولوں میں عیسائی مشنریوں کا تناسب چالیس فیصد سے زیادہ ہے، جب کہ کالجس اور اعلی تعلیم کے مراکز میں ان کا یہ تناسب دس فیصد بھی کم رہ جاتا ہے، ہمیں ان کی اس کامیاب حکمت عملی کو سامنے رکھتے ہوئے جو درحقیقت اسلامی حکمت عملی ہی ہے، اس بات پر اب اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہئے کہ بارھویں تک چلنے والے ہمارے عصری تعلیمی مراکز خالص اسلامی ماحول میں قائم ہوں، جہاں عصری تعلیم تو سرکاری نصاب کے مطابق دی جائے لیکن اسی تعلیم کو خالص اسلامی ماحول میں تربیت اور ذہن سازی کے ساتھ اس طرح عملی جامہ پہنایا جائے کہ آگے چل کر ہماری نئی نسل نہ صرف اس ملک کے دوسرے اداروں بلکہ یورپ وامریکہ کی کسی بھی دانش گاہ میں جانے کے باوجود اپنی اس تربیت کی برکت سے اسلام وایمان پر قائم رہنے میں کامیاب رہ سکے۔

ہمیں مسلم اسکولوں کی نہیں بلکہ اسلامی اسکولوں کی ضرورت ہے:

ادھر ہندوستان میں دس پندرہ سال کے دوران مسلمانوں کے تعلیمی تناسب میں تو تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور مسلم تعلیمی ادارے بڑی تعداد میں وجود میں آرہے ہیں؛ لیکن ان اداروں کے نظام تعلیم وتربیت دیکھتے ہوئے ان کو مسلم اسکولس وکالجس تو کہا جاسکتا ہے لیکن اسلامی اسکولس وکالجس کا نام نہیں دیا جاسکتا، جن اداروں کو مسلمان چلاتے ہیں ان کو مسلم ادارے اور اسلامی اصولوں کے مطابق جو عصری درسگاہیں چلتی ہیں اس کو اسلامی اسکول کہا جاتا ہے، ملت کو اس وقت ضرورت مسلم اسکولوں ودرسگاہوں کی نہیں بلکہ اسلامی اور ایمانی تعلیم گاہوں کی ہے، مخلوط تعلیم سے گریز، کلچرل پروگراموں کے نام سے غیر اسلامی شعائر سے اجتناب، اسلام کی بنیادی تعلیمات کی نصاب میں شمولیت اور اسلامی بنیادوں پر بچوں کی ذہن سازی اور فکری تربیت کے ساتھ کیا، آج ہم ہندوستان میں اعلی معیار کی تعلیم گاہیں قائم نہیں کرسکتے؟ کیا دستور کی رو سے ہمارے لیے اس کی گنجائش نہیں؟ یقیناً کرسکتے ہیں، اس طرز پر اس فکر کے ساتھ کچھ غیرت مند مسلمانوں نے ملک کے طول وعرض میں اس کا کامیاب تجربہ کیا تو اس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے اور ایسے اداروں کی مانگ میں نہ صرف تیزی سے

اضافہ ہونے لگا بلکہ اپنے تعلیمی معیار کی بلندی اور دسویں و بارہویں کے سرکاری امتحانی نتائج میں ان اسلامی اسکولوں کے سرفہرست رہنے کی وجہ سے غیر مسلموں کی طرف سے بھی اپنے بچوں کو غیر فطری اور بے حیا ماحول سے محفوظ رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر بڑی تعداد میں ان اسلامی اسکولوں میں داخلے ہونے لگے۔

یہ بہت آسان اور قابل عمل منصوبہ ہے :

اسکولوں کا قیام اس وقت ملک کے موجودہ حالات میں جتنا آسان کم خرچ اور سہل ہے شاید ہی اس سے پہلے کبھی اتنا آسان تھا، تعلیم کی طرف عوام کے میلان نے غریب سے غریب شخص کو بھی اپنے بچے کو تعلیم یافتہ بنانے پر مجبور کر دیا ہے، یعنی اسکولوں میں بچوں کی فراہمی اور معیار تعلیم کی شرط کے ساتھ بڑی سے بڑی فیس کی ادائیگی بھی اب کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ صرف ایک لاکھ کے سرمایہ سے اپنے خود کے اسکول کا آغاز کر سکتے ہیں، شہر کے کسی بھی حصے میں آپ ایک خوبصورت، کشادہ اور معیاری مکان کرایہ پر لیجئے اور بیس پچیس بچوں سے نرسری، ایل کے جی اور یو کے جی کے کلاسس کا آغاز کر دیجئے، تین چار سو روپیہ ماہانہ بچوں سے لی جانے والی فیس سے ہی اساتذہ کی تنخواہ اور مکان و بجلی کا کرایہ بھی ادا ہو جائے گا، طلباء کے لیے خوبصورت یونیفارم، کھیل کود کے کچھ سامان، شروع میں ان کو گھروں سے لانے کے لیے کرایے کے آٹو رکشہ کا نظم، چھٹیوں میں ان کے لیے پکنک کا انتظام، ماہانہ سرپرستوں کی میٹنگ، وقفہ وقفہ سے بچوں کے اسلامی ثقافتی پروگرام وغیرہ کے ساتھ جب وقت کے ان تقاضوں کی روشنی میں اسلامی و شرعی حدود میں رہتے ہوئے آپ جب ایک سال مکمل کریں گے اور محلے و شہر کے لوگوں کے سامنے بچوں کی یہ کارکردگی آئے گی تو اگلے سال خود بخود آپ کے یہاں دس گنا بچوں کے والدین آپ کے اس اسلامی اسکول میں داخلے کے لیے ویٹنگ لسٹ میں نظر آئیں گے، یہاں تک کہ ایک دن وہ آئے گا کہ آپ کے ادارے کا شمار نہ صرف شہر کے بلکہ پورے ملک کے معیاری اور نامور، قابل تقلید تعلیمی مراکز میں ہوگا اور یہ سب اسلام سے آپ کے ادارہ کی نسبت کی برکت ہوگی، کیا لاکھوں روپئے کے عطیات سے مسجدیں تعمیر کرنے والے، یتیم خانے بنوانے والے، غریبوں کی اجتماعی شادیاں کرانے والے، لوگوں کو حج پر بھیجنے والے ہمارے یہ اصحاب خیر دو چار لاکھ روپئے کسی سال ملت کی اس اہم ترین ضرورت کے لیے مختص کر کے اس کا تجربہ نہیں کرا سکتے؟ اگر آپ کے پاس اس طرح کے تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے وقت یا تجربہ نہیں ہے تو کم از کم آپ سرمایہ تو فراہم کر دیجئے اور تعلیمی میدان سے تعلق رکھنے والے کسی دین پسند اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کو اس کام میں لگا دیجئے، الحمدللہ گذشتہ چند سالوں میں ملک کے مختلف علاقوں میں اس کے کامیاب تجربے وجود میں آ چکے ہیں، وہاں جا کر خود اس کا مشاہدہ کیجئے اور اسی کو بعینہ اپنے یہاں نافذ کرنے کی کوشش کیجئے، غیر شعوری اور غیر محسوس طریقے سے اسلام سے نکلنے والی فکری ارتداد میں مبتلا نئی نسل کو ایمان پر باقی رکھنے کی آپ کی یہ کوشش اس وقت کی ملت کی سب سے بڑی اور اہم ترین ضرورت ہے۔

ایام حج کو غنیمت جانو

اس وقت عظیم و جلیل اور ایام الٰہیہ مخصوصہ کے حصوں کو غنیمت سمجھو اور تم خواہ کہیں ہو اور کسی حال میں ہو؛ لیکن اپنی تمام قوتوں اور جذبوں سے کوشش کرو کہ تمہاری دعائیں بھی ان دعاؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور تمہاری بے تابیاں اور بیقراریاں بھی ٹھیک اسی وقت خدا کے حضور رحمت طلب ہوں کہ یہ وقت پھر میسر نہ آئے گا، دنیا انقلاب و تجدد کے ایک عجیب عہد سے گزر رہی ہے اور نئے موسم کی علامتوں نے ہر طرف طوفان اور بجلیوں کی ایک قیامت کبریٰ برپا کر دی ہے، ممکن ہے کہ روز ہجر ختم ہونے والا اور عہد وصال کی ایک نئی رات شروع ہونے والی ہے، پس ضروری ہے کہ دن بھر جن لوگوں نے غفلت کی ہے وہ اب عین شام کے وقت غفلت نہ کریں، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شام آ گئی ہے اور چراغوں کا انتظام کرنا چاہئے۔ (مولانا ابوالکلام آزادؒ)

غور وفکر

گجرات بھی ہندوستان کا حصہ ہے

مولانا اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی

گجرات کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی نے مرکز سے سوال کیا ہے کہ کیا تم گجرات کو ہندوستان کا حصہ نہیں سمجھتے ، انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ گجرات کو ایک دشمن ریاست کے طور پر لیا جارہا ہے، یہ دو انتہائی قابل اعتراض جملے انہوں نے سی بی آئی کی اس قانونی درخواست کی بنیاد پر ادا کئے ہیں ، جس میں سی بی آئی نے سہراب الدین اور دوسروں کے انکاونٹر کی تحقیقات اور مقدمہ کے عمل کو ریاست سے باہر منتقل کرنے کی اپیل کی ہے، اگر ابتدائی طور پر سی بی آئی کے مطالبہ اور نریندر مودی کے اعتراض کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سی بی آئی نے کوئی غیر قانونی اور غیر آئینی مطالبہ نہیں کیا ہے جب کہ نریندر مودی نے انتہائی غیر اخلاقی بلکہ غیر آئینی اور غیر قانونی بات کی ہے، سی بی آئی نے کوئی خلاف واقعہ بات نہیں کی ، اس نے ملک مخالف کوئی جملہ ادا نہیں کیا ہے، اس نے ریاست گجرات اور اس کے عوام کے تعلق سے بھی کوئی غلط بات نہیں کہی ہے ، واقعہ یہ ہے کہ اس کو گجرات کے عوام سے کوئی شکایت نہیں ہے، اس کو شکایت گجرات کے وزیر اعلیٰ، اس کے انتظامیہ، اس کی پولس ، اس کے بدعنوان افسران اور اس کے غنڈوں سے ہے، اس میں ریاست یا اس کے عوام کا ذکر کہاں سے آ گیا، کیا مذکورہ عناصر کا نام ہی گجرات ہے؟ سچ پوچھا جائے تو مذکورہ تمام عناصر گجرات کی نیک نامی پر کلنک ہیں اور انہی کی وجہ سے گجرات بدنام ہوا ہے۔

کیا گجرات کے مسلم کش فسادات ایک حقیقت نہیں ہیں؟ کیا وہ کسی دیومالائی قصے کہانی کا حصہ ہیں؟ کیا گجرات کے فساد زدگان مستقل عتاب کا شکار نہیں ہو رہے ہیں، کیا گجرات فساد زدگان کو پوری طرح باز آباد کر دیا گیا ہے؟ اگر ان سوالات کا ایک ہی جواب ہے اور بلاشبہ ایک ہی جواب ہے تو پھر نریندر مودی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ گجرات کو ہندوستان کا حصہ کیوں نہیں سمجھا جارہا ہے، سچی بات یہ ہے کہ نریندر مودی اور ان کی قبیل کے دوسرے عناصر ہندوستان کی مشترکہ گنگا جمنی تہذیب کا حصہ نہیں ہیں، ان کو گجرات کی تہذیب کا بھی حصہ نہیں کہا جاسکتا، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ہی گجرات کی نیک نامی کو بٹہ لگایا ہے، ان کی زبان سے ادا ہونے والے زیر بحث جملے بالکل ایسے ہیں جیسے کوئی ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''، انہوں نے گجرات کے عوام کو بھڑکانے اور ان کے وطن پرستی کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے اپنے اندر پنپنے والے علیحدگی پسندی، شورش پسندی اور شر پسندی کے جذبات کو ظاہر کیا ہے، اور ان کے یہ جملے وطن سے غداری کے مترادف ہیں، ایک وزیر اعلیٰ ایسی زبان میں بات کرے تو اسے اخلاقی طور پر اپنے منصب پر قائم رہنے کا کوئی حق نہیں ہے، گجرات صرف نریندر مودی کا نام نہیں ہے، گجرات کروڑوں گجراتیوں کی تاریخی ریاست ہے ، گجرات اس مہان تاریخی انسان کی سرزمین ہے، جس کو مہاتما گاندھی کہا جاتا ہے۔

نریندر مودی نے مذکورہ جذبات کا اظہار اپنے ایک وزیر امت شاہ کی سی بی آئی کے ذریعہ کی جانے والی ذلت آمیز گرفتاری اور اس سے ہونے والی تفتیش کے بعد کیا ہے ، امت شاہ پر الزام ہے کہ اس نے مدھیہ پردیش کے سہراب الدین شیخ کے فرضی انکاؤنٹر، اس کی بے گناہ

بیوی کی عصمت دری اور پھر اس کے قتل کے بعد اس کو جلانے اور اس عمل کے گواہ پر جاپتی کے انکاؤنٹر میں کلیدی کردار ادا کیا تھا، حالات وواقعات تو یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک اسی کیس میں نہیں بلکہ عشرت جہاں اور جاوید شیخ کے فرضی انکاؤنٹر میں بھی مودی کے کچھ وزیروں کا ہاتھ تھا، اس کی تحقیقات جاری ہیں اور ممکن ہے کہ بہت جلد اس میں بھی مودی اوران کے لوگوں کا ہاتھ ثابت ہوجائے، بہت سے مسلم نوجوان آج بھی گجرات کی جیلوں میں اس بے ہودہ الزام میں بند ہیں کہ وہ نریندر مودی کو جان سے مارنے کا منصوبہ بنارہے تھے، اس منصوبے کی ٹھوس تفصیلات آج تک عوام کے سامنے نہیں آسکی ہے؛ لیکن وہ بے گناہ نوجوان قید وبند کی صعوبتیں کاٹ رہے ہیں، جب کہ مختلف عدالتیں یہاں تک کہ خود سپریم کورٹ بھی اس طرح کے مبہم الزامات کی بے حیثیتی کے فیصلے دے چکا ہے، اس کے علاوہ گجرات کے بے یار ومددگار مسلمانوں اورخاص طور پر فساد زدہ مسلمانوں کو آج تک دربدری کا سامنا ہے، جوفساد زدگان اپنے گاؤں اور گھر بار کو چھوڑ کر چلے گئے تھے آج ان کو لوٹنے نہیں دیا جارہا ہے، ان کے سامنے شرائط رکھی جارہی ہیں، کہ وہ اپنے گھروں میں گوشت نہیں بنائیں گے، اپنی مسجدوں میں اذانیں نہیں دیں گے اور نمازیں نہیں پڑھیں گے، یہی نہیں فساد زدگان کو اور مرنے والوں کے ورثاء کو معاوضہ کے طور پر محض ۱۰۰/سو روپیہ کے بھی چیک دئے گئے۔

ایسے میں اگر نریندر مودی یہ سوال کریں کہ کیا گجرات ہندوستان کا حصہ نہیں ہے تو ان کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے، کیا ان سے یہ نہیں پوچھا جاسکتا کہ تم نے اپنے مسلمان شہریوں کے ساتھ جوسلوک روا رکھا ہے کیا وہ ہندوستانی اور گجراتی شہری نہیں ہیں، نریندر مودی نے ایک پروگرام کے دوران یہ بھی کہا کہ میں اپنے اوپر حملہ برداشت کرسکتا ہوں لیکن گجرات کی جوڈیشیری کی بے عزتی برداشت نہیں کرسکتا، مودی نے امت شاہ انکوائری کیس کو گجرات سے باہر منتقل کئے جانے کی سی بی آئی کی درخواست پر یہ ردعمل بھی ظاہر کیا کہ اس طرح تو گجرات کی عدالتیں بند ہوجائیں گی اور وکیل بیکار ہوجائیں گے، سوال یہ ہے کہ اگر آپ کو اس صورتحال کا خطرہ ہے تو یہ صورتحال کس کی بداعمالی کے سبب پیدا ہوئی ہے، کیا اس سے پہلے سپریم کورٹ ظہیرہ اور بلقیس کے مقدمات کو گجرات سے باہر منتقل نہیں کرچکا ہے، آخر اس وقت کیوں مودی کو اس طرح کا خیال نہیں آیا، کیوں مودی نے ان حالات کا جائزہ لے کر ان کو ٹھیک کرنے کی کوشش نہیں کی جن کے سبب ظہیرہ اور بلقیس کے مقدمات کو گجرات سے باہر منتقل کرنا پڑا، یہی نہیں بلکہ سپریم کورٹ کا یہ تاریخی تبصرہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ گجرات میں انصاف نہیں مل سکتا، یہ تبصرہ بھی سپریم کورٹ نے ہی کیا تھا کہ جس وقت گجرات فسادات کی آگ میں جل رہا تھا تو ماڈرن زمانے کا نیرو چین کی بانسری بجارہا تھا۔

اتنے سخت اور ذلت آمیز تبصرہ کے بعد بھی نریندر مودی کو شرم نہیں آئی اور وہ آج جوڈیشیری کی آڑ لے کر اپنی کھال بچانا چاہتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ معاملات میں خود نریندر مودی سے بھی سی بی آئی تفتیش کرسکتی ہے، اس خوف سے نریندر مودی نے بے بنیاد باتیں کرنی شروع کردی ہیں، آج انہیں جوڈیشیری کے وقار کا خیال آرہا ہے لیکن کل جب گجرات کے بھیانک مسلم کش فساد کے دوران گجرات ہائی کورٹ کے جسٹس قادری اپنی بوڑھی ماں کو اپنے کاندھے پر لئے پناہ ڈھونڈتے پھر رہے تھے، تو ان کو کوئی پناہ دینے والا نہیں تھا، ان کو گجرات ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے گھر تک میں پناہ بھی نہیں مل سکی تھی، یہاں تک کہ انہیں خود نیم فوجی دستوں نے بھی سیکورٹی فراہم کرنے سے انکار کردیا تھا، اور انہیں آخر کار کسی طرح چیف جسٹس کی مدد سے گجرات سے باہر نکالا گیا تھا، تو مودی صاحب آپ کے گجرات میں خود ہائی کورٹ کے جج بھی محفوظ نہیں، آج آپ ان کے وقار کا نام لے کر مرکز سی بی آئی بلکہ خود سپریم کورٹ پر نشانہ سادھ رہے ہیں، آج جب قانون کی گرفت کی آنچ خود آپ تک پہنچی ہے تو قانون اور قانونی اداروں کے وقار کا خیال آرہا ہے، کل جب اسی جوڈیشیری پر آپ کے

غنڈوں نے عرصہ حیات تنگ کررکھا تھا، تو آپ کو کوئی خیال نہیں آیا، شاید اس لیے جو کہ جسٹس محفوظ پناہ کے لیے دربدر بھٹک رہا تھا اس کا نام قادری تھا، اگر اس کا نام کچھ اور ہوتا تو اس کے ساتھ یہ صورتحال پیش ہی نہ آتی۔

ایسے میں اگر کوئی مودی سے یہ سوال کرے کہ کیا گجرات صرف کسی مخصوص طبقہ کے افراد کی آبادی کا نام ہے؟ اور کیا گجراتیوں میں مسلمان شامل نہیں ہیں، تو مودی شاید یہی جواب دیں کہ ہاں گجرات صرف ہندوؤں کا ہے اور گجراتیوں میں مسلمان شامل نہیں ہیں، نریندر مودی نے اپنے عمل اور اپنے بیانات سے یہی ثابت کیا ہے کہ وہ اس مہذب ہندوستان کا حصہ نہیں ہیں بلکہ وہ اس شر پسند، بے ہودہ اور جاہل مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں جس پر امن پسندی، عقلیت اور علم ودانش کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکافات عمل کا ایک وقت مقرر ہے اور ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انشاء اللہ مکافات عمل کی گھڑی ضرور آئے گی اور مودی سمیت اس کے سارے شیطانی منصوبوں کو اپنی گرفت میں لے لے گی، مظلوم مسلمانوں کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے، وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتے، اس کے بعد جو کچھ کرتا ہے وہ اس کائنات کا خالق کرتا ہے، جس نے مظلوموں کو بھی پیدا کیا ہے اور ظالموں کو بھی۔

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اهم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰/روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳/روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰/روپئے

۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵/روپئے

۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰/روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰/روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰/روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰/روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸/روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸/روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰/روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر ۲۷/مضامین کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰/بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰/روپئے

۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ۱۰/روپئے

۱۹- افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ) ۱۰۰/روپئے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

تجزیہ

پہلی قسط

میڈیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

مولانا محمد علم اللہ اصلاحی

یہ بات مسلمانوں کے ذہن میں بہت ہی عام ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں میڈیا نے بہت ہی اہم رول ادا کیا ہے، اور اس کا معاندانہ رویہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ آج بھی جاری ہے اور مسلمان اس سوئے ظن میں حق بجانب بھی ہیں؛ لیکن دوسری طرف میڈیا جب اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہے تب بھی دنیا میں بدعقیدگی اور گمراہی کو عام ہی کر رہا ہے، کیونکہ ٹی وی اور ریڈیو پر نشر کی جانے والی فحاشیاں اور گمراہیاں ہر گھر میں ان ہی کے ذریعہ عام ہو رہی ہیں، کہیں سننے میں آتا ہے کہ فلاں لڑکا کسی لڑکی کو لے کر بھاگ گیا، کہیں یہ سننے میں آتا ہے کہ پچپن سال کے بوڑھے نے ایک کمسن بچی کی عصمت دری کی، آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ ٹی وی وغیرہ پر دیکھ اور سن کر ایک انسان یہ سب کچھ سیکھتا اور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگرچہ یہ دیکھنے میں مسلمانوں کے خلاف سازش نہیں لیکن اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے اس لیے زیادہ ضروری ہے کہ مسلمان اس کی روک تھام کے لیے اقدام بلکہ پہل کریں، اس لیے کہ جس لیول پر دشمن فحاشی پھیلا رہا ہے اس سے کہیں بڑے پیمانے پر اس کی روک تھام ہونی چاہئے اور مسلمان تو خیر امت ہے جس کا پہلا فریضہ ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔

اس تناظر میں جب ہم موجودہ میڈیا اور اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو تین چیزیں ابھر کر سامنے آتی ہیں:

(۱) میڈیا کا اسلام کو بدنام کرنے میں بہت ہی اہم رول رہا ہے۔

(۲) میڈیا بدعقیدگی اور فحاشی کو عام کر رہا ہے۔

(۳) ضروری ہے کہ مسلمان میڈیا کو اپنے استعمال میں لائیں۔

پہلے نکتہ پر بے شمار لوگوں نے باتیں کی اور لکھا ہے کہ میڈیا کا رویہ اسلام کے ساتھ کیسا رہا ہے، لیکن الیکٹرانک میڈیا جس طرح سے فحاشی اور بدعقیدگیوں کو پھیلا رہا ہے، اسے بھی دور کرنا اشد ضروری ہو گیا ہے، کیونکہ میڈیا کی ضرورت آج ہر انسان کو ہے، اس کے ذریعہ دلچسپ اور آسان انداز سے معلومات میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ فحاشی بھی ہوتی ہے، جسے گوارا کرنا اس کی حمایت کرنا ہے، بالخصوص ایک مسلمان جو خیر امت کا دعوے دار اور مستحق ہے وہ اپنے اس عہدہ کی ذمہ داری اسی وقت پوری کر سکتا ہے جب وہ فحاشی پر خاموشی اختیار نہ کرے بلکہ اس کی روک تھام کرے اور اسلام پر ہونے والی تہمت تراشیوں کا کھل کر جواب دے، اس مہم کو چلانے کے لیے خود اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ یا طاقت ہونی چاہئے جو کارآمد ثابت ہو اور وہ طاقت یقیناً میڈیا ہی ہے بالخصوص الیکٹرانک میڈیا، اس لیے اس مضمون میں ہم اسی پر گفتگو کریں گے۔

ضروری ہے کہ ہم پہلے میڈیا کے معنی اور مفہوم کو سمجھ لیں، میڈیا دراصل معلومات کو جمع کرنے اور اس کی ترسیل کرنے کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں:

پرنٹ میڈیا: اس میں روزنامہ، ماہنامے اور دیگر طباعتی کتب ومواد شامل ہے۔

الیکٹرانک میڈیا: اس میں ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ اور سی ڈی، ڈی وی ڈیز وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

ایک آدمی جو پڑھنا لکھنا جانتا ہوا سکے لیے تو پرنٹ میڈیا بہت ہی فائدہ مند ہوتا ہے لیکن دیگر افراد جنہیں پڑھائی اور لکھائی سے کوئی شغف

اور واسطہ نہیں پرنٹ میڈیا ان کے لیے کورے کاغذ کے علاوہ اور کچھ نہیں، وہیں الیکٹرانک میڈیا دونوں طرح کے افراد کے لیے یکساں طور پر سودمند اور کارآمد ثابت ہوتا ہے، اسی لیے آج یہ کتابوں، رسالوں اور اخباروں سے زیادہ ریڈیو ٹیلی ویزن اور ویب سائٹس پر اثر انداز ہو رہا ہے، اور اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے غیر قوموں نے اس کے اندر قدم رکھا اور ترقی حاصل کی اور جس چیز سے ان کے ذاتی مفاد اور ان کے آبائی دین کو خطرہ لاحق ہوتا نظر آیا اسے ان لوگوں نے ہدف ملامت بنایا، اس میں بدنمائیاں پیدا کیں، اس کے حقائق کو مسخ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یقیناً ان کے لیے خطرہ اسلام ہی تھا کیونکہ اسلام دیگر مصنوعی اور تحریف شدہ ادیان کی طرح نہ کسی سے گناہ اور برائی میں سمجھوتہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے ماننے والوں کو اس کی اجازت دیتا ہے، نہ صرف اسلام بلکہ ہر اس حقیقت پر پردہ ڈالا گیا جس کے واضح ہو جانے سے ان کے مفادات کو ٹھیس لگتی یا ان کے اپنے مخالفین کی مطلب براری ہوتی۔

گذشتہ دو عشروں سے پوری دنیا پر الیکٹرانک میڈیا کی یلغار ہے، جس نے معاشرتی اخلاق کو بدل کر رکھ دیا ہے، اگرچہ اخبارات ورسائل میں بھی روز افزوں ترقی کا عمل جاری رہا؛ لیکن نجی ٹی وی چینلوں نے اسلامی ثقافت پر گہری ضرب لگانے میں کلیدی کردار ادا کیا، اس سلسلہ میں ہم یہاں پر ایک انگریزی جریدہ میں شائع مضمون کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔

''اسلام کے خلاف جنگ صرف فوجی میدان میں نہیں ہوگی بلکہ ثقافتی اور تہذیبی میدان میں بھی معرکہ آرائی ہوگی، امریکی فلمی مرکز ہالی ووڈ اسلام کے مخالف سازشوں کا مرکز گردانا جاتا ہے، ایک صدی سے زائد مدت سے یہاں فلموں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وکدورت، بغض وکینہ پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے، بیسویں صدی کے آخری دو دہائیوں میں ہالی ووڈ نے مسلم دشمنی پر مبنی فلمیں ''ڈیلٹا فورس، انتقام، آسمان کی چوری'' بنائیں، جب کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا تجرباتی ڈراما اسٹیج کرنے کے لیے ۱۹۹۲ء میں ''حقیقی جھوٹ'' اور ''حصار'' وغیرہ نامی فلمیں تیار کی گئیں، ان فلموں میں اسلام اور مسلمانوں کا تشخص بری طرح مجروح کیا گیا ہے۔

باطل نے دنیا بھر کی معیشت او رمیڈیا پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ مہم اس میڈیا کا مستقل موضوع ہے، کبھی مغربی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکے شائع کئے جاتے ہیں اور کبھی ہالینڈ میں قرآن اور اسلامی شعائر کے خلاف فلمیں بنائی جاتی ہیں، مغربی میڈیا وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو دہشت گرد، جہادی اور بنیاد پرست ثابت کرنے کے لیے اپنی مہم چلائے رکھتا ہے۔

حق کے خلاف باطل کا ایکہ کوئی نئی چیز نہیں لیکن آج یہ اتنا نمایاں اس لیے ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کے فروغ نے دنیا کو عالمی گاؤں بنا دیا ہے، کسی کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے کہ جس دنیا کو ہم اسلام مخالف بتا رہے ہیں وہ تو حقوق انسانی کی پرچم بردار، فکر وعمل کی آزادی کی حامی، عالمی بھائی چارے اور جمہوریت کی داعی ہے، ہم اسے اسلام مخالف کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ نئی تہذیب کے خودفریب ترقی یافتہ انسان نے کائنات کے مرکز (نیوکلیس) سے خالق اور رب العالمین اللہ جل شانہ کو ہٹا کر اس کی جگہ مادہ کو بٹھا رکھا ہے، وہ کہتا ہے کہ اول بھی مادہ تھا اور آخر بھی مادہ ہے، درمیان میں ترقی کے مختلف مراحل ہیں، انسان اس ترقی کا نقطۂ آخر ہے، جنت اور دوزخ جو کچھ ہے وہ انسان کی اسی زندگی میں ہے، زندگی ختم تو سب کچھ ختم، اب جتنی بھی اچھی کارآمد اور مثبت قدریں مثلاً وقت اور عہد کی پابندی وغیرہ ہمیں جدید مادی تہذیب میں نظر آتی ہیں وہ اس لیے نہیں کہ وہ بذات خود اچھی ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ وہ فائدہ اور منافع میں اضافے کا باعث ہوتی ہیں، کسی غیر پیدواری سرگرمی، نیکی یا ہستی کی اس کمرشل تہذیب میں کوئی گنجائش نہیں، اس تہذیب میں انسان کی حیثیت اس کے صارف ہونے کی صلاحیت متعین کرتی ہے، جو جتنا بڑا صارف ہے یا جتنا زیادہ صرف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اتنا ہی بڑا ہے، جو قوت خریدی نہیں رکھتا اس کی کوئی ضرورت نہیں، اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا، انفاق اور ایثار کی اس تہذیب میں اس لئے

کوئی ضرورت نہیں کہ یہ دونوں غیر پیداواری سرگرمیاں ہیں، لہٰذا اس تہذیب میں حقوق انسانی، اخوت اور آزادی کا جو تصور ہے اس پر کوئی کنٹرول نہیں رکھا گیا ہے، وہ مادر پدر آزاد اور بے لگام ہے، چونکہ دنیا ایک بازار ہے اور انسان محض ایک صارف، لہٰذا ہر چیز کو بازار کی قوتوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے، یہ جو آج ہر طرف 'عالمی اقتصادی بحران' کا چرچا ہے یہ بھی دراصل ان ہی بازار کی قوتوں کا لایا ہوا ہے، اور فی الواقع یہ اخلاقی اقدار کا بحران ہے اور میڈیا کی تشہیری جنگ اس کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار ہے، غالب کا یہ شعر:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

موجودہ ذرائع ابلاغ پر پوری طرح صادق آتا ہے، ہمیں کتابوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ ''میڈیا کا کام لوگوں کو سچ بتانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہے'' یہ بیان اس معنی میں غلط ہے کہ آج میڈیا کا استعمال حقائق کو آشکار کرنے سے زیادہ حقائق کو چھپانے یا توڑ مروڑ کر پیش کرنے یا جھوٹ کو پھیلانے کے لیے کیا جاتا ہے موجود میڈیا ہماری معلومات میں اضافہ کرنے سے زیادہ ہمیں بہکانے، ورغلانے اور مشتعل کرنے کے کام کرتا ہے، اور فی الواقع کمپین چلاتا ہے، آج پورا میڈیا اور اسے استعمال کرنے والی تمام سیاسی، سماجی اور اقتصادی طاقتیں "ان تشیع الفاحشة في الذين آمنوا" اہل ایمان کے اندر بد اخلاقیاں پھیلیں یعنی فواحش اور منکرات کے پھیلانے پر مامور ہیں، مادہ کو الٰہ بنا لینے والی طاقتیں ہی آج میڈیا کو اخلاقی انارکی پھیلانے کا ہتھیار بنائے ہوئے ہیں، وہ ہمیں وہی بتاتے اور دکھاتے ہیں، جتنا ان کی اسکیم میں فٹ بیٹھتا ہے، ہم اس پورے رویے کو اسلام مخالف یا غیر اسلامی اس لیے کہتے ہیں کہ اسلام ایمان بالغیب سے شروع ہوتا ہے، جب کہ وہ ہم سے کہتے ہیں کہ جتنا آنکھوں سے دیکھو بس اتنے ہی پر یقین کرو، دنیا کو سماجی اور اخلاقی کنٹرول سے آزاد کرنے کے لیے میڈیا کا کنٹرول انہوں نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔ ❁❁❁

اطلاع عام

خانقاہ رحیمیہ رائے پور اور بزرگوں کے حالات سے واقفیت رکھنے والے اہل علم حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ خانقاہ رائے پور کے عالی مقام بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ (جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے شیخ ہیں) کی کوئی مستقل سوانح یا سیرت لکھی ہوئی نہیں ہے جس کی فکر بہت سے حضرات اکابر کو ہے، خاص طور سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کو اس سلسلہ میں بہت زیادہ فکر تھی، اس لیے انہوں نے راقم آثم محمد مسعود عزیزی ندوی کو حکم فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی سوانح حیات لکھو، اس لیے جو بھی اہل علم حضرات حضرت شاہ صاحب سے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہوں یا کوئی مضمون لکھ سکتے ہوں، یا حضرت شاہ صاحب اور ان کی دینی واصلاحی خدمات اور ان کے خلفاء وخانقاہ رائے پور سے متعلق معلومات فراہم کر سکتے ہوں، ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ بذریعہ فون، فیکس، ڈاک یا ای میل سے معلومات فراہم فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ وقیع اور اہم ہو سکے۔

المعلن

محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)
Mob:09719831058, Ph: 0132.2775452
فیکس:0132-2647149
Email:masood_azizinadwi@yahoo.co.in

دعوت دین

اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجیے!

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۱ر فروری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے ایک مجمع کے سامنے ہوا تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تعاون دو دھاری تلوار ہے:

میرے بھائیو اور دوستو! دنیا اور دنیا کا سارا نظام اللہ نے انسان کے لیے بنایا ہے، ان کے بنانے کا جو منشاء ہے، وہ سب اللہ کی رضا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہے، اس لیے دنیا کی ہر شئ اللہ کی وحدانیت، اس کی یکتائیت کے گن گاتی ہے؛ لیکن آپس میں انسانوں کا ایک دوسرے سے میل جول، ایک دوسرے سے تعلق، ایک دوسرے کا تعاون، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری، ایک دوسرے کے دکھ درد میں، ایک دوسرے کی خوشی غمی میں، ایک دوسرے کی اچھائی میں، برائی میں اور ایک دوسرے کی ترقی میں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں انسان دوسرے کی مدد کرتا ہے، ایک دوسرے کا تعاون کرتا ہے، تعاون اچھے انداز میں بھی کرتا ہے اور برے انداز میں بھی کرتا ہے؛ کیونکہ تعاون دو دھاری تلوار ہے، دو دھاری تلوار اس اعتبار سے ہے کہ اچھے انداز سے، اچھے راستہ میں کسی کی مدد کردی تو ثواب اور اللہ کی رضا حاصل ہوئی، اور اگر غلط راستہ میں غلط کام میں مدد کردی تو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوا، اس اعتبار سے مدد کرنا، تعاون کرنا، دو دھاری تلوار ہے۔

کہاں تعاون کرنا اور کہاں نہیں:

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو، ایک دوسرے کا تعاون کرو نیکی پر، تقوی پر "وتعاونوا علی البر والتقوی" تعاون کرو بر پر۔ "بر" کہتے ہیں نیکی کو، اچھے کام کو، تو مدد نیک کام پر کرنی ہے، اچھے کام پر، بھلے کام پر اور تقوی پر، تقوی کہتے ہیں برے کام سے بچنے کو "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" اور مدد نہیں کرنی ہے گناہ کے کام پر اور ظلم پر "اثم" کہتے ہیں گناہ کو اور "عدوان" کہتے ہیں ظلم کو، یعنی گناہ اور ظلم والے کام پر مدد نہیں کرنی ہے، دو کاموں پر اللہ تعالی نے مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور دو کاموں پر مدد کرنے سے روکا ہے، مدد کرنا ہے نیکی پر، نیک کام پر، اچھے کام پر اور برے کام سے بچنے پر، تقوی و پرہیزگاری پر، مدد نہیں کرنی ہے گناہ کے کام پر اور ظلم کے کام پر، چونکہ انسانی زندگی کا نظام اللہ تبارک وتعالی نے کچھ اس طرح بنایا ہے کہ ہر آدمی کو دوسرے کی ضرورت بنادیا ہے، آدمی کے پاس سب کچھ ہے، پیسہ ہے اور پیسہ لے کر چارپائی پر گھر بیٹھا رہے، تو صرف پیسے سے، مال سے، دولت سے اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی، بلکہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ محتاج ہے دوسرے کا، دوسرے کی مدد کا، دوسرے کے تعاون کا، تو کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہے، کسی کو کسی دوسری چیز کی، مثلاً مزدور کو ضرورت ہے پیسے کی اور سیٹھ کو ضرورت ہے مزدور کی، تاکہ وہ بازار سے اس کے لیے سامان لائے، اس کا کام کرے۔

ہر انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے:

اللہ تعالی نے اس طرح نظام کو بنایا ہے کہ پیسہ والے کو ضرورت ہے مزدور کی، مزدور اس کا کام کرے گا اس کے گھر کی صفائی کرے گا، اس کے گھر پر مزدوری کرے گا، اور مزدور کو کس چیز کی ضرورت ہے؟

پیسہ کی، اگر وہ اپنی طاقت وقوت کو لئے بیٹھا رہے اور کوئی کام نہ کرے، تو اسے کیسے روٹی مل جائے گی، تو اللہ نے انسانوں کا نظام کچھ اس طرح بنایا ہے کہ ڈاکٹر ہے، اس کو پیسہ کی ضرورت ہے، اور مریض ہے اس کو شفا کی ضرورت ہے، وہ ڈاکٹر کے پاس جائے گا، ڈاکٹر اس کو انجکشن لگائے گا اور تین خوراک دوا کی دے گا اور اس سے پچاس روپیہ لے لیگا، پیسہ والا ہے تو اس کو ضرورت ہے مزدور کی اور مستری کی، کیونکہ اس کو دیوار صحیح کرانا ہے، تو مستری دوسو روپیہ لے لیگا تب اس کی دیوار صحیح ہوجائے گی، غرضیکہ زندگی کے ہر مرحلے میں، زندگی کے ہر میدان میں، انسان ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔

ہر آدمی دوسرے آدمی کا محتاج ہے:

آپ مولانا صاحب، قاری صاحب، یا استاذ صاحب ہیں، آپ پڑھا رہے ہیں، تو آپ کو ضرورت ہے شاگردوں کی، اسی طرح شاگردوں کو پڑھنا ہے، تو انہیں استاذ کی ضرورت ہے، جو میں بول رہا ہوں اگر آپ لوگ نہ ہوں تو میرا بولنا بیکار، تو ضرورت پڑی آپ لوگوں کی اور آپ کو ضرورت ہے علم کی، مسائل کی، اس کے لیے آپ کو آنا پڑا، ورنہ آپ لوگ گھر بیٹھے رہیں تو کیا آپ کو پتہ چل جائے گا؟ نہیں چل سکتا، گھر بیٹھے آپ کو کوئی چیز معلوم ہوسکتی ہے؟ نہیں، اور میں بھی نہ آتا اور آپ بھی نہ آتے، تو کیسے پتہ چل سکتا تھا، غرضیکہ اللہ تبارک وتعالی نے دنیا کا نظام اس طرح بنایا کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے، اس کی ضرورت دوسرے سے وابستہ کردی ہے، استاذ کو شاگرد چاہئے اور شاگرد کو استاذ چاہئے، پیسہ والے کو کام کرنے والا چاہئے اور کام کرنے والے کو پیسہ چاہئے، اگر سودا بیچنے والا ہے تو اس کو خریدنے والا چاہئے، تو دونوں کی ضرورتوں کو ایسے پورا کردیا ہے، اس سے پتہ چلا کہ ہر آدمی دوسرے آدمی کا محتاج ہے۔

اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو آپ کے لیے مسخر کردیا:

اللہ تعالی کا فرمان ہے "ألم تروا أن اللّٰـه سخر لكم مافي السمٰوات ومافي الارض واسبغ عليكم نعمة ظاهرة وباطنة" کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور آسمان وزمین کی جتنی چیزیں ہیں، سب کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے، ہوا کیوں چلائی تاکہ آپ کو فائدہ ہو، بادل کیوں بنائے، تاکہ بارش ہو، آپ کی کھیتی میں جان آجائے، یہ پہاڑ کیوں بنائے تاکہ زمین ہلنے سے بچ جائے، یہ سمندر، یہ دریا کیوں بنائے تاکہ آپ کی کھیتیاں ان سے سیراب ہوں، آپ کی ضرورت پوری ہو، اللہ نے یہ زمین کیوں بنائی تاکہ آپ اس پر گھر بنا کر رہیں، یہ کھیتیاں کیوں بنائی تاکہ آپ لوگ اس میں اناج غلہ اگاسکیں، آسمان وزمین کے اندر ساری چیزیں آپ کے لیے بنائی، سورج کیوں بنایا، تاکہ آپ کو روشنی حاصل ہو، سمندر، پہاڑ، دریا، سڑکیں، یہ روڈ نیز دنیا کی جتنی چیزیں ہیں، سب آپ لوگوں کے لیے بنائی، اللہ تبارک تعالی خود فرمارہے ہیں "کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ ساری چیزیں ہم نے تمہارے لیے بنائی ہیں اور تم پر بھی اپنی ساری ظاہری وباطنی نعمتوں کو پورا کردیا"۔

انسان سب چیزوں کا محتاج ہے:

اگر ہمیں پانی کی ضرورت ہے تو ہینڈ پائپ، ندی، نالے، کنویں، نہریں وغیرہ بنادی، سانس کی ضرورت ہے تو ہوا بنادی تاکہ تمہاری ضرورت پوری ہو، روٹی کی ضرورت پوری کرنی ہے تو گیہوں اگادیا، ساری چیزیں تمہارے لیے ہیں، کپڑے تمہاری ضرورت میں داخل ہیں، ریشم کے کیڑوں کو اللہ نے بنادیا تو ریشم کے کپڑے تیار ہونے لگے، معلوم ہوا کہ اس کائنات کے اندر سب چیزیں انسان کے لیے پیدا کی گئیں ہیں، گویا کہ انسان سب چیزوں کا ضرورت مند اور محتاج ہے، دنیا میں جتنی چیزیں بنائی گئیں، سب کی سب انسان کے لیے ہیں، تو انسان ان کا محتاج ہوا، اور دنیا کی کوئی چیز انسان کی محتاج نہیں ہے، آسمان اور سورج کو انسان کی ضرورت نہیں ہے، بارش کی ضرورت انسان کو ہے نہ کہ بارش کو انسان کی، ہواؤں کی ضرورت انسان کو ہے، ہواؤں کو انسان کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ انسان کو ان کی ضرورت ہے،

یہ ندی نالے انسان کے ضرورت مند نہیں، وہ تو چل رہے ہیں، ہمیں ان کی ضرورت ہے، اللہ نے ان کو ہمارے لیے پیدا فرمایا ہے، اور پیدا کرنے کے بعد پھر آپس میں ہم لوگوں کو جوڑا، کہ دیکھو سب کچھ ہم نے تمہارے لیے پیدا کر دیا، اب تم کو آپس میں کیسے رہنا ہے اور کس طریقہ سے زندگی گزارنی ہے اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنی ہے، اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنی ہے اور کس طریقہ سے ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہے، اللہ نے یہ سب چیزیں بنا دی ہیں، یہ سب چیزیں بنانے کے بعد پھر ہدایت کی ہے، رہنمائی کی ہے کہ تمہیں کیسے اس دھرتی پر، اس آسمان کے نیچے زندگی گزارنی ہے اور کیسے آپس میں میل ملاپ رکھنا ہے اور کیسے آپس میں ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آنا ہے، اس نقطے کو خود قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ "یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی" کہ ہم نے تم کو پیدا کیا ایک اکیلے مرد سے اور ایک اکیلی عورت سے اور پھر "وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا" تمہاری قومیں، برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

آپس میں رشتہ داریاں کس طرح ہوئیں:

شروع شروع میں دنیا کے اندر جب انسان تھوڑے تھے، کچھ مشرق میں تھے، کچھ مغرب میں، کچھ جنوب میں اور کچھ شمال میں، چاروں طرف تھے، پھر ان میں آپس میں قرب ہوا، زندگی کے تعلقات پر، رشتوں کے تعلقات پر، ایک دوسرے میں جوڑ ہوا، جب لوگ ایک دوسرے سے جڑے، ایک دوسرے میں رشتہ داریاں ہوئیں، ایک دوسرے سے تعلقات ہوئے، ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے، ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے لگے، تو جڑتے چلے گئے، جب جڑتے چلے گئے تو ایک دوسرے کی ضرورت بن گئے اور ایک دوسرے کی ضرورت میں کام آنے لگے، چنانچہ جیسے جیسے انسان بڑھتے گئے اور جیسے جیسے ان کا تعاون بڑھتا گیا دنیا میں ترقی ہوتی گئی، چنانچہ اس زمانے کی جو قومیں ہیں وہ نسبی طور پر جانی جانے لگی، عرب کے بعض قبائل میں یہ فرق ہوا کہ یہ بنو تمیم ہے، یہ بنو خزاع ہے، یہ بنو ہاشم ہے، یہ اس زمانہ کے ہیں، اسی طریقہ سے اپنے خاندانوں کے، اپنے قبیلوں کے، اپنی برادریوں کے تعارف، رشتے اور پہچان ہونے لگے کہ یہ مصری ہے، یہ ایرانی ہے، یہ شامی ہے، یہ ہندی ہے، یہ افریقی ہے، یہ امریکی ہے، چونکہ جو یورپین قومیں ان سب کے نسب کا کوئی حساب و کتاب نہیں تھا، لہٰذا انھوں نے اپنا تعلق علاقائی، صوبائی، وطنی لسانی اعتبار سے رکھا کہ یہ فرانسیسی ہے، یہ امریکی ہے، یہ یوروپی ہے، اسٹریلین ہے؛ لیکن ہمارے یہاں جو نسبی تعلقات ہیں، ان میں بھی اس کا اثر پڑا کہ یہ پنجابی ہے، یہ مصری ہے، یہ شامی ہے، یہ حجازی ہے، یہ نجدی ہے یہ ہندی ہے، یہ سندھی ہے، یہ بنگالی ہے، یہ چیزیں جب قائم ہوئیں تو برادریوں میں اسی حساب سے اور اسی عصبیت اور قومیت کی بنا پر جوڑ پیدا ہو گیا، اور ایک دوسرے سے میل جول کرنے لگے اور آپس کا تعاون بھی اس کی نذر ہو گیا۔

دنیا کے سب مرد وعورت ایک ماں باپ کی اولاد ہیں:

لیکن اس آیت کے اندر جو نقطہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کیوں بنایا، اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ میں نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اس میں آپسی اخوت کو ابھارا، خونی رشتے کو ابھارا اور کچو کہ لگایا کہ دیکھو اپنی اصل کو یاد رکھو تم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو، آپس میں بھائی بہن ہو، تو ایک دوسرے کے کام آؤ، ایک دوسرے کی ہمدردی کرو، ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھو، مقصد یہ تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، ہمدردی کریں، ہم نے تم کو اسی لیے بنایا اور تمہاری اصل یہ ہے کہ تم سب بھائی بھائی ہو، اللہ تعالی جو قرآن کریم میں فرما رہے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے بنایا، اس کی یاد دہانی کرا رہا ہے تا کہ جذبہ اخوت ابھر جائے اور جوش آئے کہ ہاں حقیقت میں ہم لوگ آپس میں بھائی بہن ہیں، اور دوسرا نقطہ یہ ہے کہ جوش میں ہوش مت کھو دینا کہ مدد کرنے میں اپنی برادری کو اور اپنے خاندان کو نہیں دیکھنا چاہئے، مدد کرنے میں ایک دوسرے کی نیکی دیکھنا چاہئے "تعاونوا علی البر والتقوی" کہا گیا ہے، نیکی میں اور

تقویٰ میں تعاون ہو؛ لیکن اثم پر، ظلم پر، عدوان پر، گناہ پر، سرکشی پر، نافرمانی پر کوئی مدد نہیں۔

صحابہ کرام نے غزوہ احد میں، غزوہ خندق میں، غزوہ احزاب میں ان سب کے اندر ایسے نمونے پیش فرمائے ہیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے صاحبزادے جو بعد میں اسلام لائے، اسلام لانے سے پہلے جو بعض جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف شریک رہے اور تاریخ میں ایسا ہوا ہے کہ باپ مسلمان ہوگیا مگر بیٹا مسلمان نہیں ہوا، یا اسی طرح بیٹا مسلمان ہوگیا مگر باپ مسلمان نہیں ہوا، یا ایک بھائی مسلمان ہوگیا لیکن دوسرا بھائی مسلمان نہیں ہوا، بیوی مسلمان ہوگئی مگر شوہر مسلمان نہیں ہوا، شوہر مسلمان ہوگیا بیوی مسلمان نہیں ہوئی، اسی طرح کا مسئلہ یہاں تھا کہ حضرت ابوبکر تو پہلے مسلمان ہو چکے تھے، مگر ان کا ایک بیٹا جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

عدوان پرمدد نہ کرنے کی مثال:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہنے لگے کہ اباجان ایک مرتبہ فلاں جنگ میں آپ میرے سامنے آ گئے تھے، مسلمان ہونے کے بعد وہ اس واقعہ کو بیان کررہے ہیں کہ اباجان فلاں جنگ ہوئی تھی ہماری اور آپ کی، اس میں آپ میرے سامنے آ گئے تھے، لیکن میں یہ سوچ کر آپ پر حملہ نہیں کیا کہ آپ میرے والد ہیں، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تو میرے سامنے آ جاتا، تو میں تمہیں نہیں چھوڑتا اور تم میری تلوار سے نہیں بچ سکتے تھے، چھوڑتا تو کس پر، دین پر، تقویٰ پر، لیکن اگر تو میرے سامنے آ جاتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا، وہ بیٹا تھا کیونکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، اور چونکہ جنگ مسلمان اور کافروں کی ہوئی تھی، تو یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مسلمان ہو گئے، تب اس بات کو بیان کررہے ہیں، یہ کیا چیز تھی یہ غیرت تھی "وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان" کہ جب تعاون ہو تو دین پر، تقویٰ پر، طہارت پر، پاکیزگی پر اور جب ناپاکی ہو، جب گندگی ہو، جب عداوت ہو، جب دشمنی ہو، للّٰہیت نہ ہو، اخلاص نہ ہو اور اللہ کی نافرمانی ہو تب کوئی تعاون نہیں، صحابہ کرام نے ایسے نمونے پیش کرکے دنیا کو دکھلا دیا۔

ظالم کی ادنی سی مدد بھی جھنم میں لے جائے گی:

ہم اپنے معاشرے میں رہ رہے ہیں، کس کے ساتھ مدد کرنا ہے، کس کے ساتھ مدد نہیں کرنا ہے، علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اگر کوئی ظلم پر مدد کے ارادے سے چلا، تو وہ اسلام سے خارج ہے، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور علامہ آلوسیؒ بڑے مفسر گزرے ہیں، انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت "فلن أکون ظهيراً للمجرمين" کہ میں ہرگز مجرمین کا مددگار نہیں ہوں گا، پشت پناہی کرنے والا نہیں ہوں گا، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز لگائی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم اور ان کے مددگار یہاں تک کہ اگر کسی نے کسی حکمراں یا ظالم کی گناہ پر، کسی برے کام پر، کسی غلط کام پر مدد کی، یہاں تک اس کا قلم دوات بھی ٹھیک کیا، تو اس کو قیامت کے دن لوہے کے صندوق میں بند کرکے جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی ظالم بادشاہ یا ظالم حکمراں کا ظلم کے سلسلہ میں کاغذ بھی سیدھا کیا ہے، تو اس کے ساتھ وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

بھلے کام پر مددکرنی چاھئے:

اس لیے حدیث پاک کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الدال علی الخير کفاعله" جو اچھائی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے، وہ عمل کرنے والے کی طرح ہے، اگر آپ نے کسی کے اچھے کام پر مدد کردی، تو اس اچھے کام پر مدد کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنا ثواب اس کو ملے گا، اتنا ہی ثواب اس کے بتانے والے کو ملے گا، اور ایک دوسری حدیث میں ہے "والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه" کہ اگر ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے تو جب تک اس کی مدد کرتا رہے گا، تب تک اللہ تبارک وتعالی

بھی اس کی مدد میں رہے گا، اس کے کاموں میں مددگار رہے گا، ہمیں دوسرے مسلمان بھائی کی ہمدردی کرنی چاہئے، ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئے، برے کام میں نہیں، اچھے کام میں، اس کا بوجھ اٹھانا ہے، اس میں مدد کرنی ہے، اگر اس پر ظلم ہورہا ہے، تو اس کا ظلم دور کیا جائے، اس پر کسی قسم کا طعن وتشنیع ہورہا ہے، اس کو دور کیا جاوے، اس پر کسی قسم کی پھٹکار پڑی ہے تو اس کو دور کیا جائے، اس پر کسی قسم کا دھبہ لگ رہا ہے، تو اس کو دور کیا جاوے، اور اگر غلط کام ہے تو اس پر مدد نہ کی جائے، اگر کوئی چوری میں آپ سے مدد طلب کرے، تو ہرگز ہرگز مدد نہ کیجئے، ڈکیتی، زنا میں مدد مانگے تو نہیں، بدکاری میں مدد مانگے تو نہیں، کسی بھی غلط کام میں مدد مانگے تو نہیں مدد کرنی ہے "والـلّٰـه فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیه" جب تک کوئی مسلمان اپنے بھائی کی مدد میں رہے گا اللہ تبارک وتعالی اس کی مدد فرماتا رہے گا۔

اچھا کام ثواب کا باعث اور براکام سزاوعذاب کا باعث:

اس سلسلہ میں خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مـــن سـن فـی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل أجر من عـمـل بهـا ولاینقص من أجورهم شئ" اگر کوئی آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے، اور وہ اچھا کام شروع ہوجاتا ہے اور دوسرے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں تو جتنا ثواب ان کو ملتا ہے، اتنا ہی اس اچھے کام کو جاری کرنے والے کو ملے گا اور اس کے ثواب میں اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہو گی "ومـن سـن فـی الاسـلام سنة سیئة فعمل بها بعده کتب علیه مثـل وزر مـن عمل بها ولاینقص من أوزارهم شئ" اور اگر کسی نے کوئی برا کام کیا، برا کام رائج کیا اور اس برے کام پر دوسرے کی مدد کی، دوسرے کا ساتھ دیا، پھر ان لوگوں کو جو عذاب ملے گا، وہی عذاب اس کے مدد کرنے والے کو بھی ملے گا، اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی، پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ارشاد فرمایا "اسـمـعوا هل سمعتم أنـه سیـکـون بـعـدی أمـراء فمن دخل علیهم فصدقهم بکذبهم وأعـانهـم عـلـی ظـلمهم فلیس منی ولست منه ولیس بوارد علیّ الـحـوض، ومـن لـم یـدخـل علیهم ولم یعنهم علی ظلمهم ولم یـصـدقهـم بـکـذبهـم فهو منی وأنا منه وهو وارد علیّ الحوض" میرے بعد ایسے حکمراں اور ایسے حاکم، ایسے چودھری، ایسے حکومت کرنے والے لوگ آئیں گے جو ظلم کرنے والے ہوں گے، گناہ کرنے والے ہوں گے، جو ان کے پاس جائے گا اور جو ان کی جھوٹی بات کی تائید کرے گا، ان کی مدد کرے گا اور ان کا ساتھ دے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور کل قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہیں کرے گا اور جو شخص ایسے حکمرانوں کی، ایسے ظالم لوگوں کی مدد نہیں کرے گا، اور نہ ان کے پاس جائے گا، اور نہ ان کی جھوٹی بات کی تصدیق کرے گا، تو وہ مجھ سے ہے اور میرا اس سے تعلق ہے، اور وہ کل حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرے گا۔

برے کام پر مدد نہیں کرنی چاهئے :

عزیز دوستو! زندگی میں، معاشرے میں، سب ساتھیوں کو دوستوں سے واسطہ پڑتا ہے، اور ہمیں اپنے معاشرے میں رہنا ہے، ہمیں مدد اچھے کام پر کرنی ہے، برے کام پر کسی کی مدد نہیں کرنی، چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ ہمارا دادا ہی کیوں نہ ہو، چاہے ہمارے ابو ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو، اگر غلط کام ہے، تو اس کی ہم مدد نہیں کریں گے، کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے اور اگر وہ کام صحیح ہے تو اس پر مدد کریں گے، یہاں پر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جو مدد کرنے کو کہا ہے، یہاں پر یہ نہیں کہا کہ ہندو کی مدد نہیں کرنی صرف مسلمان کی مدد کرنی ہے؛ بلکہ کیا فرمایا، اچھے کام پر مدد کرنی ہے، اگر اچھا کام ہندو کررہا ہے، تو ہم اس کی مدد کریں گے اور اگر وہ ہندو ہے، کافر ہے لوگوں کی مدد کرتا ہے تو ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہئے، کیا فرمایا اچھے کام پر مدد کرو، اور برے کام پر مدد نہ کرو، یہ معاملہ الگ ہے، ساری تقسیموں کے بعد لوگ دو طرح کے ہوں گے، جنھوں نے اچھے کام کئے جنت میں جائیں گے اور جنھوں نے برے کام کئے وہ جہنم میں جائیں گے "فریق فی الجنة وفریق فی السعیر" ایک فریق جنت میں جائے

گا اور دوسرا فریق جہنم میں جائے گا، اور اللہ تبارک وتعالی نے ان کو بھی پیدا کیا اور ہم کو بھی پیدا فرمایا "هو الذي خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن" کہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا پھر کسی کو تم میں سے مومن بنا دیا اور کسی کو کافر؛ لیکن جہاں تک تعاون کا تعلق ہے، اس میں تقوی اور نیک اعمال کو بیان فرمایا، اور جہاں تک تعاون نہ کرنے کا تعلق ہے وہاں پر عدوان، ظلم، زیادتی، غلط کام کو بیان فرمایا۔

غلط بات پر اپنے بھائی کی بھی مدد نہیں کرنی چاھئے:

غلط کام تو غلط ہے، چاہے کوئی کرے، غلط کام پر مدد نہیں کرنی چاہئے، چاہے غلط کام ہمارے گھر والے کریں، ماں کرے، بہن کرے، ہمارے حقیقی بھائی کریں، یا بیوی کرے تو اس غلط کام میں تعاون نہیں کریں گے، اس کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر بات حق ہے، بات سچی ہے اور اچھا کام ہے، تو ہم اس کی مدد کریں گے، چاہے وہ ہمارے رشتہ دار بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارا دوست بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے محلّہ کا بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے خاندان اور قبیلہ کا بھی نہ ہو، چاہے وہ ہمارے شہر کا بھی نہ ہو۔

حق بات پر مدد کرنی چاھئے:

مدد کے سلسلہ میں ہر اس شخص کی مدد کرنی چاہئے جو بھی حق کی آواز لگائے، یا جو بھی حق بات کہے، تو اس کا تعاون کرنا چاہئے، اور مدد کرنی چاہئے، مدد کا مطلب یہ نہیں کہ آپ پیسے ہی دیں، مدد کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے لیے دعا کریں، آپ اس کی خیر خواہی کریں، آپ اس کی بدگوئی نہ کریں، آپ اس کی چغل خوری نہ کریں، آپ اس کی طرف بری نیت سے نہ دیکھیں، اس کو گالی نہ دیں، آپ اس کو برا نہ سمجھیں، اس کے راستہ میں روڑا نہ بنیں، آپ اس کی کوئی بری بات نہ سنیں، اس کی غیبت نہ کریں، اس کی برائی نہ کریں، اس پر کسی قسم کا بہتان نہ لگائیں، یہ بھی تعاون اور مدد ہے، اگر کسی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں، کسی کی بری بات سن رہے ہیں، بری بات میں شریک ہو رہے ہیں، غلط بات میں شریک ہو رہے ہیں، یہ بھی آپ کا تعاون ہو گیا، ایک قسم کی مدد ہو گئی، مجلس میں بیٹھے ہیں، ایک آدمی کسی کی برائی کر رہا ہے، کسی کی غیبت یا چغلی کر رہا ہے اور آپ اس پر ہنس رہے ہیں، تو آپ بھی گناہ کے کام میں مدد کرنے والے ہو گئے، وہ چغلی کر رہا ہے، غیبت کر رہا ہے، وہ بہتان باندھ رہا ہے، وہ غلط بات کہہ رہا ہے، اگر آپ اس کی بات کو سن کر اس میں شریک ہو رہے ہیں، تو آپ بھی برے کام میں، گناہ کے کام میں مدد کرنے والے ہو گئے، حالانکہ اللہ نے گناہ کے کام میں مدد کرنے سے منع کیا ہے۔

کوئی برائی دیکھو تو نکیر کرنی چاھئے:

اس لیے میرے دوستو! اگر کہیں بیٹھک میں، کسی مجلس میں، کہیں محلے میں، کہیں دس یا چار آدمی بیٹھے ہوں، اگر غلط بات ہو رہی ہو، معاشرے کے خلاف، کسی مسلمان کے خلاف، کسی دینی ادارے کے خلاف، کسی دینی تحریک کے خلاف، کسی سچے مسلمان کے خلاف اور کسی بھی آدمی کے خلاف اور وہ بات غلط ہے، تو آپ اپنا کان جھاڑ کر وہاں سے نکل جائیے، اگر آپ میں روکنے کی طاقت ہے، تو ضرور روکئے، حدیث میں آیا ہے "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده" اگر کوئی برا کام دیکھو تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دو، ڈنڈے سے روک سکتے ہو تو ڈنڈے سے روک دو، اپنی طاقت کے زور سے روک سکتے ہو، تو طاقت کے زور سے روک دو "فان لم يستطع فبلسانه" اگر تمہارے پاس ڈنڈے کی پاور نہیں ہے، تو اپنی زبان سے کہہ دو کہ بھائی یہ بات صحیح نہیں ہے، غلط کہہ رہے ہو، تم سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے، اور بندے بھی ناراض ہوتے ہیں، اور یہ گناہ ہے اس کو منع کر دو، اگر تمہاری زبان میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے، اگر تم نے کہہ دیا تو کوئی تھپڑ رسید کر دے گا "فأن لم يستطع فبقلبه" اگر تمہارے اندر زبان سے کہنے کی بھی طاقت نہیں، تو دل سے برا مانو، اور وہاں سے ایک طرف ہو جاؤ "وذلك أضعف الإيمان" یہ ایمان کا ادنی درجہ ہے، یہ مسلمان کا ادنی درجہ کا ایمان ہے، اس لیے دوستو! اگر غیبت ہو، کہیں اس طرح کا ماحول ہو، تو تعاون نہ کریں، ان باتوں میں شریک نہ ہوں، اگر برے کام پر تعاون کیا، تو کل

قیامت کے دن لوہے کے صندوق میں بند کر کے جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، کتنی سخت وعید ہے، اس لیے اس سے بچنا ہے، اللہ تبارک وتعالی ہر ظلم سے اور ہر برے کام سے ہماری حفاظت فرمائے، اور سچائی ہماری زندگی میں آجاوے، اور سچائی کرنے والے بن جائیں، اور دینی کام میں، دینی اداروں میں، دینی تحریکوں میں تعاون کرنے والے بن جائیں، اور جتنے بھی دین کے کام ہیں، ان میں ہم لوگ مددگار اور معاون بن جائیں، اور جتنے گناہ کے کام ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان گناہ کے کاموں سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، اور ان میں مدد کرنے سے بھی محفوظ رکھے، ایسے لوگوں کا ساتھ دینے سے بھی ہماری حفاظت فرماوے، اور برے لوگوں کا ساتھ دینے سے بھی ہماری حفاظت فرمائے، آج سے ہم لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ زندگی بھر جب تک ہماری زندگی رہے گی، ہم ظلم پر تعاون نہیں کریں گے۔

ظالم اور مظلوم کی مدد کی جائے:

ایک حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أنصر أخاك ظالماً أو مظلوماً" کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو یا مظلوم، مظلوم جس پر ظلم ہو رہا ہو، جو پٹ رہا ہو، جس پر زیادتی ہو رہی ہو تو اس کی مدد کرنی چاہئے، یہ تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ظالم کی مدد کس طرح؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مظلوم کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی مدد کی جائے، مگر ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے، اگر غلط کام کر رہا ہو، تو اس سے روک دو، یہ اس کی مدد ہے، بھائی ظالم اگر کہیں ظلم کر رہا ہے، تو اس کو ظلم سے روکنا ہی مدد ہے، مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس پر ظلم کیا جارہا ہے، اس کی پٹائی ہو رہی ہے، اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، تو اس کی مدد سمجھ میں آتی ہے؛ لیکن ایک آدمی ظلم کر رہا ہے، تو اس کی مدد یہی ہے کہ اگر وہ ظلم کر رہا تھا تو اس کا ہاتھ ظلم سے روک دیا جائے کہ ظلم مت کر، یہی اس کی مدد ہوئی، جب وہ ظلم سے باز آجاوے گا، اور گناہ سے بچے گا، تو یہی مدد کرنا ہوا، اس طرح سے ہمیں کوشش کرنی ہے، اور اپنی زندگی کا خاکہ بنانا ہے کہ کہیں بھی، زندگی میں کسی وقت بھی، ظلم پر ہم مدد نہیں کریں گے، گناہ کے کام پر ہم مدد نہیں کریں گے، اور اچھے کام پر ہم مدد کریں گے، اچھا کام کرنے والا کوئی بھی ہو، ہم اس کی مدد کریں گے، ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں اور عمل کی توفیق طلب کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی صحیح کاموں پر، اچھے کاموں پر، دینی کاموں پر، تقوی کے کاموں پر، نیکی کے کاموں پر ہمیں عمل کرنے والا بنائے اور برے کاموں سے بچنے والا، ظلم کے کام سے بچنے والا اور گناہ کے کاموں سے بچنے والا بنائے۔

دینی، دعوتی، اصلاحی اور فکری خطبات کا مجموعہ

افکار دل

تالیف: مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۴۶۰/ قیمت: ۱۰۰/روپئے

اس کتاب کے ذیلی عنوانات یہ ہیں: (۱) انسان کی زندگی میں عقیدہ کی اہمیت (۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اللہ کا ذکر اور زندگی کا سکون (۴) زبان کی حفاظت پر جنت کی گارنٹی (۵) آخرت میں قلب سلیم کام آئے گا (۶) اچھے کام میں اپنے بھائی کی مدد کیجئے! (۷) دعوت الی اللہ ایک اہم فریضہ (۸) اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے (۹) بزرگوں کی صحبت اختیار کرو (۱۰) مؤمن کی کامیابی کے آٹھ اصول (۱۱) حلال طریقے سے کمانا بھی ایک فریضہ ہے (۱۲) دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو (۱۳) مال کی کثرت فساد کا سبب بن سکتی ہے (۱۴) اللہ کے محبوب او رمقبول بندے (۱۵) میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ (۱۶) والدین کی اطاعت وفرمانبرداری (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے (۱۸) والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ (۱۹) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے (۲۰) تکبر ایک مہلک مرض ہے (۲۱) پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو؟ (۲۲) عفو ودرگزر اللہ کو پسند ہے (۲۳) سچی توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں (۲۴) قربانی کا پیغام مسلمانوں کے نام (۲۵) زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا (۲۶) کب تیرے ہمراہ یہ دنیا کا میلہ جائے گا (۲۷) اللہ تعالی کے شکرگزار بندے (۲۸) اسلام کے ارکان (۲۹) امت خواہش نفس اور لمبی آرزوؤں میں مبتلا (۳۰) اسلام میں سوفیصد داخل ہوجاؤ۔

جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مقدمہ اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی کی تقریظ بھی شامل ہے جو کتاب کو چار چاند لگارہی ہے، کتاب بہت عمدہ اور طباعت بھی خوبصورت اور مزین ہے، پیشگی رقم بھیجنے والوں کے لیے صرف ۶۰/روپیہ۔ (ادارہ)

ارکان اسلام

حج بیت اللہ عشق الٰہی کا مظہر

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

''حج'' اسلام کے بنیادی ارکانوں میں سے ایک عظیم الشان رکن ہے، جو سن ۹ ہجری میں بذریعہ وحی الٰہی فرض کیا گیا، حج ہی کی وجہ سے اسلام کے ارکان کی تکمیل و تتمیم ہوتی ہے؛ کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''آج تمہارے دین کو پورا کر دیا گیا ہے'' حج ایک ایسی اہم عبادت ہے جس کے لیے ہر مومن بندہ اللہ تعالی سے وہاں جانے کی آس اور امیدیں لگائے رہتا ہے؛ کیونکہ جس کو اللہ تعالی اپنے پاک گھر بلاتا ہے اس کو خوش نصیب ہی کہا جاتا ہے، ورنہ بعض تو ایسے ہیں جن کو اللہ تعالی استطاعت دیدیتا ہے پھر بھی حج نہیں ادا کر پاتے اور اسی حال میں دنیا سے انتقال کر جاتے ہیں، بہر حال حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں جانی و مالی دونوں قسم کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں، حج ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو بیت اللہ تک آنے جانے کے اخراجات کی استطاعت رکھتا ہو، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ''اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر (خانہ کعبہ) تک پہنچنے کی وسعت اور قدرت رکھتا ہو تو وہ اس کا حج کرے''۔ (سورۂ آل عمران: ۹)

قرآن پاک میں حج کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، حج کے دوران حاجی کس طرح کے فائدوں کو حاصل کرنے والا ہوتا ہے اور کیسی کیسی برکتیں اس کو حاصل ہوتی ہیں، اس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے ''اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ آپ کے پاس دور دراز مقامات سے پیادہ پا اور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں، تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں''۔ (الحج ۲۷/۲۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' کے اندر لکھا ہے کہ حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے، اسی پر ارکان کا اختتام ہوا اور اسی پر اسلام کی تکمیل و تتمیم ہوتی ہے اور حج کی فضیلت میں یہ آیت شریفہ: ''الیوم اکملت لکم دینکم'' جس میں تکمیل دین کا مژدہ سنا گیا ہے، یہ حج کے موقع پر نازل ہوئی، جب آدمی حج میں یہ خیال کرے کہ اس فریضہ کو دین کی تکمیل قرار دی گئی اور دین مکمل ہونے کا ذریعہ ہوا ہے تو کتنے ذوق و شوق سے اس کو ادا کرنا چاہئے وہ ظاہر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ نبی کے دیار میں پہنچنے کے بعد خود کو خدا کے سپرد کر دینا چاہئے؛ کیونکہ حج عشق الٰہی کا مظہر اور بیت اللہ شریف تجلیات الٰہی کا مرکز ہے، اس لیے اس کی زیارت اور آقائے مدنی کالی کملی والے جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری ہر مومن کی دلی تمنا ہوتی ہے، اگر کسی کے دل میں یہ آرزویں اور تمنائیں انگڑائیاں نہیں لیتی، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جو زندگی میں صرف ایک بار صاحب استطاعت کے اوپر فرض کی گئی ہے، حج کرنیوالا شخص کامل طور سے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے؛ کیونکہ حج کرنے والا اپنے گھر بار، اپنے بیوی بچوں، اپنے رشتے داروں اور دوستوں کو چھوڑ کر اللہ کے پاک گھر، اللہ کی رضا کی تڑپ لے کر حاضر ہوتا ہے اور دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر محض اللہ کی خوشنودی کا طالب ہوتا ہے، اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ حج کرنے والا عبادت میں اس طرح منہمک ہو جاتا ہے کہ اسے نہ بھوک و پیاس کا احساس ہوتا ہے، نہ اسے اپنے کپڑوں کا احساس ہوتا ہے، بس وہ تو گرد آلود، تھکا ماندہ لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہے۔

حج کے ذریعہ انسان صبر کے ساتھ مشقت کا جھیلنا سیکھتا ہے

اورنفس کے خلاف جہاد کرنے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق کرتا ہے؛ کیونکہ حاجی دوران حج نہ تو عورتوں سے جماع کرسکتا ہے، نہ جنگ وجدال اور نہ سب وشتم کرسکتا ہے اور نہ کسی کو ایذاء پہنچا سکتا ہے؛ بلکہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جس پر اللہ کا غضب ہو''حج'' تکبر، اتراہٹ، تدارک نفس اور احساس برتری کے لیے نسخۂ کیمیا ہے، حاجیوں پر حکم واحد کی طرح پاسداری اور مساوات کا احساس طاری رہتا ہے، سب لوگ مسجد حرام میں خشوع وخضوع اور عاجزی وفروتنی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، سب لوگ حق تعالی کے حضور اپنی محتاجی، عاجزی اور ناقص بندگی کا اعتراف کرتے ہیں، اللہ کی ذات سے معافی اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں، حج کا یہ حسین موقع جوروحانیت اور وجدانی احساسات وکیفیات سے معمور ہوتا ہے، اس موقع پر انسان کا اپنے رب سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور تقرب میں اضافہ ہوتا ہے، اس لیے انسان دلی راحت وسکون اور وجدانی احوال کا فیضان محسوس کرتا ہے، اسے وہ روحانی جھونکے محسوس ہوتے ہیں، جن سے اس کا سینہ سعادت ومسرت کے خزانہ سے معمور ہوجاتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ''جو شخص حج میں جاتا ہے اگر وہ راستے میں مرجائے تو اس کو قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لیے جائے اور راستے میں انتقال کر جائے اس کو قیامت تک عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا اور ایسے ہی جو شخص جہاد کے لیے جائے اور راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا''۔

روایتوں میں آتا ہے کہ انسان کی موت اگر دو چیزوں میں سے کسی چیز کے پورا کرنے کے بعد ہو تو وہ شخص یقیناً جنت کا مستحق ہوجاتا ہے، ایک تو رمضان المبارک کے روزے مکمل کرنے کے بعد، دوسرے بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنے کے بعد؛ کیونکہ رمضان المبارک کے روزے مکمل کرنے سے انسان گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے، جس کے بارے میں حدیث پاک کا یہ ارشاد ہے''جس نے رمضان المبارک کا روزہ رکھا ایمان واحتساب کے ساتھ تو اس کے ماقبل کے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں'' اور ایسے ہی حج کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''جس شخص نے حج ادا کرلیا، تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کی ماں نے اس کو جنا ہو (یعنی بچہ جس طرح تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوکر پیدا ہوتا ہے) اسی طرح حجاج کرام بھی پاک وصاف ہوکر حج سے لوٹتے ہے، اب اگر اس شخص کو خوش نصیب نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے کہ جس کو اللہ تعالی گناہوں سے پاک اور مغفرت کا پروانہ عطا کردیتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جب کسی حاجی سے تمہاری ملاقات ہو تو پہلے اس کو سلام کرو، پھر مصافحہ کرو اور اس سے اپنے لیے استغفار کی درخواست کرو، قبل اس کے کہ وہ اپنے گھروں میں داخل ہو؛ کیونکہ اللہ کے یہاں اس کی مغفرت ہوچکی ہے''۔(رواہ احمد)

اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالی سے دعا کریں کہ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو حج کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حج مبرور نصیب فرمائے کیونکہ حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہی ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے ایک حج کیا تو وہ اپنا فریضہ ادا کیا اور جب دوسرا حج کیا تو وہ اللہ کو قرض دیا اور جس نے پے درپے تین حج کرلیئے تو گویا وہ اپنے اوپر جنت واجب کروالیا ہے، یعنی اب اس کے لیے جہنم کی آگ حرام ہوگئی ''شفاء قاضی عیاض'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک جماعت سعدون خولان کے پاس آئی اور یہ بیان کیا کہ قبیلہ کتامہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا، رات بھر اس پر آگ جلتی رہی مگر آگ نے ذرا بھی اس پر اثر نہ کیا، بدن ویسے کا ویسا ہی رہا، سعدون نے فرمایا کہ شاید اس شہید نے تین حج کیے ہوں گے، لوگوں نے کہا جی ہاں تین حج کئے، سعدون نے کہا مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا اس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا اور جس نے تین حج ادا کیا تو اللہ جل شانہ اس کی کھال کو اس کے بال کو آگ پر حرام کردیتے ہیں۔

فکر و عمل

اولاد کے حقوق کی اہمیت

محمد سعید شیخ فلاحی، جامعہ فیضان القرآن، احمد آباد (گجرات)

اللہ تعالی نے ہم انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان ہی میں سے ایک نعمت اولاد کی بھی ہے، جس کے ہم پر کچھ حقوق ہیں، مگر آج ہم ان کے حقوق سے غافل ہیں، مزید براں ان کی تربیت میں بھی کوتاہی ہوتی ہے، جب کہ اس پرفتن ماحول میں اولاد کی صحیح تربیت بہت ہی ضروری ہے، اگر ہم نے اولاد کی صحیح تربیت کی فکر نہ کی تو ہم اپنے ہی ہاتھوں اس قیمتی سرمایہ کو برباد کریں گے جس کی وجہ سے روزانہ ماں باپ کی نافرمانی، بداخلاقی، بے ادبی اور بری حرکات وغیرہ کے واقعات پیش آتے ہیں، تو اسی ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے حقوق اولاد سے متعلق احادیث کی روشنی میں زمانۂ طفولیت سے بلوغیت تک کے حقوق قارئین کے نذر کئے جارہے ہیں۔

نومولود بچہ کے کان میں آذان:

حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان دیتے ہوئے دیکھا جب کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ولادت ہوئی، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں نومولود بچہ کے آنے کے بعد فوراً سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان وتکبیر دی جائے کہ جس سے بچپن ہی سے اس کے دل ودماغ میں توحید خداوندی کا پیغام راسخ ہوجائے اور دیگر عبادات نماز وغیرہ کی دعوت سے آشنا ہوجائے؛ لیکن آج اس طریقۂ رسول سے ہمارے ماحول میں پھر بھی کچھ لوگ ناآشنا ہیں اور آشنا ہونے کے بعد بھی عامل نہیں ہیں، ہم اس طریقہ کو عام کریں کہ پیدائش کے بعد فوراً ہی ایک دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی جائے کہ جس سے بچپن ہی سے وہ توحید خداوندی کا قائل ہوجائے۔

تحنیک اور دعائے برکات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو آپ کے پاس لاتے تھے تو آپ ان کے لیے خیر وبرکت کی دعائیں کرتے تھے اور تحنیك کرتے تھے۔ (رواہ مسلم)

تحنیک کی وضاحت:

کھجور یا ایسی کوئی چیز چبا کر بچے کے تالو پر ملنا، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آپ سے جو تعلق تھا اس کا ظہور ایک یہ بھی تھا کہ نومولود بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے تھے تاکہ آپ خیر وبرکت کی دعا فرمادیں اور کھجور یا اس کے مانند کوئی چیز مل لیں اور لب مبارک بچے کے منہ میں ڈالدیں، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کسی گھر میں بچہ پیدا ہوجائے تو اللہ کے کسی مقبول نیک بندہ کے پاس لیجائے اور "تحنیك" کروائے اور خیر وبرکت کی دعا بھی کروائے، یہ ان سنتوں میں سے ہے، جن کا رواج آج بہت ہی کم رہ گیا ہے۔ الا ماشاء اللہ

عقیقہ:

حضرت بریرہؓ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو ایک بکری ذبح کرتے اور اس کے سر کو اس کے خون سے رنگتے تھے، مگر جب اسلام آیا تو ساتویں دن ایک بکری ذبح کرتے تھے اور بچہ کا سر صاف کرتے تھے اور ہم اس کو زعفران سے رنگتے تھے۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کی پیدائش کے سات دن

بعد کچھ خصوصی اعمال ہیں ان میں ایک عمل ''عقیقہ'' والا ہے جو ہم کو آپ نے طریقہ حسنہ اور شریعت اسلامیہ کی حد میں رہ کر کرنے کا حکم دیا ہے کہ یہی عمل زمانہ جاہلیت میں دوسری شکل میں ہوتا تھا اور یہ بات مسلم ہے کہ جس گھر میں خوشی کا ماحول ہو، بچہ پیدا ہو تو وہ کسی پروگرام کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ بچہ میرا ہے اور میری بیوی پر کوئی شک نہیں، تو اسی عمل کو زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ کرتے تھے تو آپ نے اس رواج کو اصولی طور پر کرنے کا حکم دیا ہے اور مناسب ہدایات دی اور خود عقیقہ کا عمل کر کے دکھایا جیسا کہ مذکورہ روایت سے معلوم ہوا۔

تسمیہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والد کا حق اولاد پر یہ بھی ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھلائے، نیز ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نام ''عبداللہ اور عبدالرحمٰن'' ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کا اچھا نام رکھنا چاہئے کیونکہ نام کا بھی اثر ہوتا ہے اور اچھا نام رکھنا یہ بھی بچہ کا ایک حق ہے، خاص طور پر اچھے ناموں میں ''عبداللہ اور عبدالرحمٰن'' وغیرہ، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے نام یا ایسے نام رکھیں جو معنوں کے اعتبار سے اچھے ہوں اگر چہ وہ پیغمبروں کے نام سے مشہور نہ ہو، جیسا کہ آپ نے اپنے نواسوں کا نام ''حسن اور حسین'' رکھا، الغرض اچھا نام رکھنا آپ کے طریقہ سے ثابت ہے۔

حسن ادب اور دینی تربیت:

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہترین نہیں دیا۔

یعنی باپ کی طرف سے اولاد کے لیے سب سے اعلیٰ اور زیادہ قیمتی تحفہ یہی ہے کہ ان کی ایسی تربیت کرے کہ وہ شائستگی اور اچھے اخلاق اور عادت وسیرت کے حامل ہو، آج ہم اس پرفتن ماحول میں اپنے بچوں کی تربیت کی فکر کریں ورنہ اس کے قصوروار ماں باپ ہی ہوں گے کہ اس کی تربیت کے بغیر مستقبل کی زندگی خطرات سے خالی نہیں ہے کہ آج تہذیب کا دلدادہ ماحول اتنا عام ہوگیا ہے کہ کم سن اولاد بھی اپنے ماں باپ اور عزیز واقارب سے زبان درازی، بے ادبی، بدخلقی سے کام لیتی ہے کیونکہ غیر دینی ماحول میں اولاد اپنے ماں باپ کے کہنے میں نہیں رہتی جس سے نافرمانی کے واقعات پیش آتے ہیں، لہٰذا آج کے دور میں ''حسن ادب اور دینی تربیت'' بہت ہی ضروری ہے، ہمیں چاہئے کہ اس امر میں کوتاہی نہ برتے اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی فکر کریں اور برابری کا معاملہ کریں۔

خاص کر لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو، پھر وہ نہ تو اسے کوئی تکلیف پہنچائے، نہ اس کی توہین، ناقدری کرے، نہ محبت اور برتاؤں میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

آپ زمانہ جاہلیت کے منظر کو سامنے رکھتے ہوئے لڑکی کے ساتھ ناروا سلوک پر چند کلمات ارشاد فرمائیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو اس کے ساتھ برا سلوک و برتاؤ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ زندہ در گور کیا جاتا تھا اور اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا، آج کے اس پرفتن ماحول میں بھی زمانہ جاہلیت کی اس بری رسم کا وجود ہے کہ جس گھر میں لڑکی کی پیدائش ہوتی ہے اس گھر کو منحوس کہا جاتا ہے اور گویا ناکامی پر دال ہے اور اس کی پیدائش پر بجائے خوشی کے غم کا ماحول نظر آتا ہے الا ماشاءاللہ، جب کہ آپ کا ارشاد ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ آپ نے فرمایا جس بندے یا بندی پر ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۱ پر﴾

جائزہ

عیدالاضحیٰ کا پیغام مسلمانوں کے نام

قاضی سید حسین احمد، مظفرآبادی

"اذقال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین" یعنی جب ان سے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو، توانہوں نے عرض کیا میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی، غرضیکہ جب ابراہیم علیہ السلام سے باری تعالی نے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم! انقیاد وتسلیم کی گردن جھکا دے، تب ابراہیم علیہ السلام نے بے تامل کہا کہ میں نے رب العالمین کے لیے اپنی گردن جھکا دی، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اطاعت شعار بندے کی وفاداریوں اور فرمانبرداریوں کا ایک ہلکا سا جائزہ لیں، چنانچہ اس سے پہلے یہ بتا دینا زیادہ مناسب ہوگا کہ ذی الحجہ کا مبارک مہینہ نہ صرف برکتوں اور رحمتوں سے بھرا ہوا ہے؛ بلکہ اس کے ساتھ ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کی عظمتوں اور بے مثال قربانیوں کی تاریخ بھی وابستہ ہے، جو اپنے جذبۂ ایثار، شوق وولولہ یا انقیاد و تسلیم کی وجہ سے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی کا پیشوا سمجھا گیا ہے، یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام جہاں تک ان دونوں کی غیر معمولی خصوصیتوں کا تعلق ہے، اسلامی تعلیمات میں ان کا مقام بہت نمایاں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیان کے لیے مختلف اسلوب اختیار فرمائے ہیں، ایک حدیث میں فرمایا کہ اچھے کاموں کے لیے اللہ تعالی کو کوئی دن ان دنوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

باوجود اس کے کہ عرفہ کا دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا دن سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ افضل اور بہتر قرار دیا گیا ہے، اور اس خاص دن کے اعمال کی فضیلت نہایت پر اثر انداز میں بیان فرمائی گئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کا دن اللہ تعالی کی رحمت اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہوجاتی ہے، اللہ تعالی اپنے بندوں اور ان کے بابرکت اعمال کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ: "دیکھو اے فرشتوں! یہ ہیں میرے نیک نفوس اور صاحب ایمان بندے جن کے بارے میں تم لوگوں نے فساد وخوں ریزی کا اندیشہ ظاہر کیا تھا"۔

عرفہ کے روزہ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عرفہ کا روزہ رکھے گا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی اس روزہ کی برکت اور تقدس سے سال بھر کے پہلے اور ایک سال بعد کی لغزشوں اور ذلتوں کا کفارہ بنا دیں گے؛ چونکہ مقدس ترین رکن یعنی حج اس تاریخ کو میدان عرفات میں ادا کیا جاتا ہے جس کے لیے لاکھوں انسان دنیا کے گوشے گوشے سے اکٹھے ہوکر دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، اور ملت ابراہیمی کا اتباع کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں باری تعالی نے ارشاد فرمایا "قل صدق اللّٰہ فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفاً" (سورۂ آل عمران) یعنی کہہ دیجئے اللہ سچ کہتا ہے تم کو چاہئے کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔

ایثار اور نیک عمل کی روح گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب کی زندگی کا سبق آموز ورق آپ کے سامنے بیان کیا جارہا ہے، چونکہ مذہب اسلام میں دو ہی بڑے تہوار ہیں:

(۱) عیدالفطر
(۲) عیدالاضحیٰ

ان ہی دونوں تقریبوں سے مذہب اسلام کی شاندار روایات وابستہ ہیں، دراصل عیدالفطر روزوں کا شکرانہ اور قرآن مجید کے نزول کی یادگار ہے جس کے نتیجہ میں پردۂ عالم پر ملت محمدی کا ظہور اور عیدالاضحیٰ جیسی بے مثال تاریخ کی یادگار وابستہ ہے، جواب سے کم وبیش چار ہزار برس پہلے وادی مکہ معظّمہ میں پیش آیا تھا، اللہ تعالی نے اس زندہ جاوید کارنامہ کو قرآن مجید میں خاص معجزانہ انداز میں ارشاد فرمایا ہے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا یہ کارنامہ اللہ تعالی کو ایسا پسند آیا کہ اس کو ہمیشہ کے لیے مذہبی نشان بنادیا اور قربانی ایک مستقبل سنت بن گئی، بہرحال ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک جو تکبیریں پڑھی جاتی ہیں ان کی اصلیت یوں بیان کی گئی ہے:

جب اللہ تعالی کے فرشتے جبرئیل امین علیہ السلام فدیہ کا مینڈھا لے کر حضرت ابراہیم کی خدمت میں آئے تب انہوں نے دیکھا کہ ابراہیم خلیل اللہ نے حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے اپنے لخت جگر کو زمین پر لٹا رکھا ہے اور منہ ڈھانپ رکھا ہے اور چھری نور نظر کے حلقوم پر رکھی ہے اور بہ عجلت تمام قربانی کرنا چاہتے ہیں، خدا کا مقدس فرشتہ اس منظر کو دیکھ کر کہہ اٹھا "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر" خلیل اللہ نے جواب میں فرمایا "لاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر" جب اسماعیل علیہ السلام نے جبرئیل اور ابراہیم علیہما السلام کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اسی حالت میں فرمایا "اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد" اس تفصیل کے مطابق یہ تکبیر تینوں بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے پاکیزہ الفاظ کا مجموعہ ہے، جو ایک خاص وقت اور خاص حالت میں کہے گئے تھے، باوجود اس کے کہ کوہِ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانا، منیٰ میں چار روز قیام کرنا اور اس مقام کی خاص خاص عبادتیں بھی انہیں بانیوں اور تعمیر کرنے والوں کی یاد تازہ کرتی ہیں اور پژمردہ دلوں کو حرارت ایمانی سے گرماتی ہیں، یہ ہے حج اور قربانی کی تاریخ کا ایک مجمل ساخاکہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب زندگی کا ایک سبق آموز ورق ہے۔

اب آیئے! قربانی کی اصل مقاصد پر بھی غور فرمائیں: رسم قربانی کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی صورت میں بھی دوسروں کی دل آزاری نہ کرے، اگر کوئی شخص دوسروں کا دل دکھانے کے لیے قربانی کرتا ہے، تو بلاشبہ وہ اپنے اس بہترین عمل کو برباد کرتا ہے، قرآن مجید نے قربانی کی اصل حقیقت کا روحانیت میں ڈوبے ہوئے ان لفظوں کے ساتھ برملا اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالی کو گوشت وپوشت، خون اور ہڈیوں سے کوئی سروکار نہیں، یہ گل سڑنے والی چیزیں اس کے دربار میں نہیں پہنچتیں، جو چیزیں اس کی بارگاہ میں پہنچتیں ہیں اور شرف تقرب حاصل کرتی ہیں، وہ صرف دل کا ادب اور ضمیر کی پاکی ہے۔ (سورۂ حج آیت ۳۷)

یعنی جانور ذبح کر کے کھانا کھلانے یا اس کا گوشت تقسیم کرنے سے اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل نہیں کرسکتے، اگر اس کی رضا چاہتے ہو تو اپنے اندر صبر وتحمل، نیک عملی اور پرہیزگاری کی روح پیدا کرو اور سوچو کہ جس جوش وخروش اور ولولے کے ساتھ تم نے ایک قیمتی جانور اس کے نام پر قربان کیا ہے، اسی جوش وخروش کے ساتھ زندگی کے باقی گوشوں میں بھی ایثار وقربانی کا ثبوت دینے کے لیے آمادہ ہوجاؤ، انسانیت کا احترام، بھائی چارہ کا قیام، جذبۂ انتقام سے دور، تقرب انسانیت، اخوت ومساوات، پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت، دعوت امن اور قیام عدل وکردار کی بلندی اور پاکی، دشمنوں اور برا چاہنے والوں سے بھی حسن سلوک، حکمت ودانائی سے ناگواریوں اور تلخیوں کا مقابلہ، مایوسیوں اور ناامیدیوں میں بھی امید کی چٹائی پر جمے رہنا، حق کی حمایت کرنا، باطل کے مقابلے پر سینہ تان کر کھڑے ہوجانا، بے سہاروں اور ناداروں کی ضرورتوں کا احساس کرنا یہ سب اسلامی زندگی کے وہ عنوانات ہیں جو ہمارے اور آپ کے جواب کا انتظار کررہے ہیں اور یہی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم اور ملت ابراہیمی کی پیروی، اللہ تعالی ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور قربانی جیسے دینی شعار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حقائق

اسلام میں پردے کی حقیقت

مولانا انیس احمد قاسمی استاذ شعبہ انگریزی زبان وادب مرکز احیاء الفکر الاسلامی

اسلام کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والی تعلیم یافتہ خواتین مسلم طبقہ کے درمیان ہر جگہ متنازع فیہ بن چکی ہیں، خصوصا جب سے مسلم طبقہ مغربی تہذیب وتمدن سے مرعوب ہوا ہے مسلم خواتین پر تنقید کا سلسلہ جاری ہے، مغربی دنیا یہ باور کرانی چاہتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو پردہ کا حکم دے کر ان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور ان کی آزادی کو سلب کرلیا ہے، حالانکہ اسلام ایسے قوانین وضوابط کا مجموعہ ہے جو انسانی زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ صحیح راہ کی رہنمائی بھی کرتا ہے، غیر مسلم نقاد، قلم کار، مفکرین اور نئی تہذیب وثقافت سے متاثر باثر افراد ہر ممکن طریقے سے اسلام اور اس کے پیروکاروں کو بدنام کرنے کی سازش کررہے ہیں، ان کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام میں نظام پردہ اسلام کی بنیاد میں شامل نہیں ہے؛ کیونکہ یہ پردہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس شکل وصورت میں موجود نہیں تھا، جو شکل ہمارے زمانے میں پائی جاتی ہے۔

دوسری جانب بہت زیادہ ترقی یافتہ کہے جانے والے وہ لوگ جنھوں نے مغربی ثقافت کے ہر طریقہ کو بخوشی قبول کرلیا ہے اور اس تہذیب کو حتمی صداقت کے طور پر عمل میں لاتے ہیں، اور اسی پر اصرار ہے گویا کہ اسلام میں زندگی اور معاشرے کی بنیاد اسی طریقہ پر ہے جس کی ہالی وڈ میں نمائش کی جاتی ہے اور جو لندن او رنیویارک کے خوش پوش حلقوں میں پایا جاتا ہے۔

اسلام میں پردہ کی اہمیت:

اسلام کامل ضابطۂ حیات ہے، اسلام نے حیاء کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، چنانچہ حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ معاشرے میں سے عریانیت وفحاشیت کو بالکلیہ ختم کردیا جائے، مذہب اسلام عورتوں کو پردہ کا حکم دیتا ہے، تاکہ معاشرے میں عریانی اور فحاشی جنم نہ لے سکے، اور عورت گھر کی چہار دیواری میں پرسکون زندگی گزار سکے، جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے یہ بات مسلسل کہی جارہی ہے کہ عورت ہمارے معاشرے کا مظلوم ترین طبقہ ہے، نیز اس کا استحصال ہورہا ہے، اور ساتھ ہی یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ عورت کو یورپ نے آزادی دی ہے، اس کو مرد کے برابر لاکھڑا کیا ہے، جس کی بدولت عورت خوب ترقی کررہی ہے، جب کہ یہ حقیقت ہے کہ آج یورپ میں بھی زمانۂ جاہلیت کی طرح بیٹی کو بھاری بوجھ سمجھا جارہا ہے، اور جب بیٹی بلوغت کی عمر کے قریب پہنچتی ہے تو اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ اب اپنے رہن سہن کا انتظام خود کرے اور اپنے لئے کوئی بوائے فرینڈ تلاش کرے، اس کے خلاف مسلمان معاشرے میں نوجوان بیٹی کے والدین اپنی بچی کے لیے خود رشتہ تلاش کرتے ہیں اور اس کے ہر دکھ سکھ میں شریک رہتے ہیں۔

پردہ کسے کہتے ہیں:

پردہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان عورت جو آزاد ہو، بالغ ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی، اس کے لئے اجنبی مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے اور شرعی پردے کے تین درجے ہیں:

شرعی پردے کے تین درجے:

قرآن کریم مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی پردے کے

تین درجے ہیں: اعلی، متوسط اور ادنی مختلف عورتوں کے مختلف حالات کی صورت میں ہر عورت کسی نہ کسی درجے میں ضرور عمل کرے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ پردہ کا مدار فتنہ پر ہے، اور فتنہ سے بچنے کے لیے جتنی احتیاط ہو سکے، اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

پردہ کا اعلی درجہ :

عورت کے لیے پردہ کی سب سے اعلی صورت یہ ہے کہ وہ گھر کی چہار دیواری میں رہے، نیز اگر کسی اجنبی مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو دیوار یا پردے کے پیچھے آڑ میں رہے تاکہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی آدمی کی نگاہ نہ پڑے، چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں "وقرن فی بیوتکن "اور بی بیوں تم اپنے گھروں میں رہو، نیز دوسری جگہ ارشاد ہے:"واذا سألتموھن متاعاًفاسئلوھن من وراء حجاب" اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لیے مانگو تو پردہ میں ہو کر مانگو، ایک اور جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:"ولا تخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن" اور عورتوں کو ان کے گھر سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان" کہ عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا اور جھانکتا ہے۔(ترمذی)

پردہ کا متوسط درجہ:

متوسط درجے کا پردہ یہ ہے کہ چہرہ ہتھیلیوں اور پیروں کو برقع وغیرہ سے چھپایا جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ برقعہ پہن کر جسم چھپالیں، دستانے اور جرابیں پہن کر ہاتھ پاؤں کی زینت چھپالیں، چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں" یدنین علیھن من جلابیبھن" عورتیں اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "امر اللہ نساء المومنین اذا خرجن من بیوتھن فی حاجتہ ان یغطیھن وجوھھن من فوق رؤسھن بالجلابیب ویبدین عینا واحدۃً۔

اللہ تعالی نے مؤمن خواتین کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے چہروں کو چادر وغیرہ سے ڈھانپ لیا کریں، اور صرف ایک آنکھ کھول لیا کریں، اس سے معلوم ہوا کہ بے پردگی شریف اور باعزت خواتین کا کام نہیں، نیز حدیث شریف پاک میں آیا ہے "المرأۃ عورۃ" عورت چھپانے کی چیز ہے، لہٰذا عورت کے ذمہ داری ہے کہ اپنے آپ کو غیر محرم مردوں سے چھپائے اگر گھر میں رہ کر چھپائے تو یہ سب سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، تاکہ کوئی مرد اس کی جسامت اور چال وڈھال کو بھی نہ دیکھ سکے اور اگر کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلنا پڑے تو جسم اور کپڑوں کی زیب وزینت کو چادر یا برقع وغیرہ سے چھپائے۔

پردہ کا ادنی درجہ :

پردے کا آخری درجہ یہ ہے کہ عورت مجبوری کی وجہ سے گھر سے باہر نکلے اور چادر یا برقع اس طرح پہنے کہ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کھلے ہوں اور بقول حضرت حکیم الامتؒ بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک بجز پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے، چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:" ولایبدین زینتھن الاماظھر منھا" عورتیں اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے، جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں سے کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو فقہاء نے قیاساً داخل کیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یااسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منھا الا ھذا وھذا واشار إلی وجھہ وکفیہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے سوا اور آپ ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک اور ہتھیلیوں کی جانب اشارہ فرمایا نیز کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ کلام :

ان سب آیات واحادیث سے پردہ کے تینوں درجے کا واجب

ہونا ثابت ہو گیا ہے، البتہ ان میں اتنا فرق وتفاوت ضروری ہے کہ آخری درجہ (ادنی درجہ) اپنی ذات سے واجب ہے لہٰذا اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی سب عورتوں کو شامل ہے، دوسرا اور پہلا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، لہٰذا ان درجات کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے، جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے، اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے جس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "استشرفها الشيطان" کہ جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، نیز اللہ تعالی کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے "فيطمع الذى فى قلبه مرض" کہ جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا۔

رہا یہ کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں کہاں نہیں ہے اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی، بلکہ قرآن کریم اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے "والقواعد من النساء التى لايرجون نكاحاً فليس عليهن جناح ان يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة وان يستعففن خيرلهن" اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں، جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے، حاصل ہوا کہ بوڑھی عورتیں جو نکاح کے قابل نہیں رہیں، ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے، ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے، جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں ہے "ولايبدين زينتهن الاماظهر منها" پس بوڑھی خواتین اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں جن سے منھ چھپایا جاتا ہے (جیسے برقع وچادر) تو اس میں گناہ نہیں، لیکن اگر یہ بڑی بوڑھی اس سے بھی احتیاط رکھیں اور پہلے اور دوسرے درجے کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لیے بھی یہی ہے "وان يستعففن خيرلهن" کا مطلب یہی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے جو نکاح کے قابل نہیں رہیں، ان کے علاوہ جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتوں میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے جس پر پہلے اور دوسرے درجے کے واجب ہونے کا مدار ہے، لہٰذا اب کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں رہا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں لقولہ تعالی:
"وماكان لمومن ولامومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم"۔

ترجمہ: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ صاحب ایمان مرد اور کسی صاحب ایمان عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے یعنی اختیار باقی نہ رہے گا، بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁

﴿بقیہ......صفحہ ۳۶ کا﴾ اللہ تعالی کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بنے گی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بالفرض اپنے گناہ کی وجہ سے سزا اور عذاب کا مستحق ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بدلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی اور دوزخ سے بچادیا جائے گا، لہٰذا ہمیں لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کا اہتمام کرنا چاہئے اور لڑکی کی پیدائش پر ناراضگی کے بجائے زیادہ رضامندی کا ثبوت دینا چاہئے۔

محترم دوستو! اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اولاد کے حقوق جانیں اور ان کے حقوق کی رعایت کریں، انشاء اللہ جو ماں باپ اپنے اولاد کے حقوق کی رعایت کریں گے تو بفضل تعالی اولاد ان کے حقوق کا صحیح حق ادا کرے گی، اللہ تعالی ہمیں مزید دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقوق کی معرفت نصیب فرمائے۔ آمین

ترہیب وترغیب

آخرت کی امتحان گاہ میں پانچ سوالات

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

"عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال: لاتزول قدما ابن آدم یوم القیامۃ حتی یسأل عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وماذا عمل فیما علم"۔(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالی کے دربار میں بنی آدم کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے جب تک پانچ چیزوں سے متعلق سوال نہ کیا جائے۔

(۱)اس کی عمر کے متعلق کہ اپنی عمر کو کہاں فنا کیا ہے۔

(۲)اس کی جوانی سے متعلق کہ اس کو کس چیز میں گنوایا ہے۔

(۳)اس کے مال سے متعلق کہ مال کہاں سے کمایا۔

(۴)اور اپنا مال کہاں خرچ کیا۔

(۵)جو علم اس کو حاصل ہوا تھا اس کے متعلق کہاں تک عمل کیا ہے۔

حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالی ہر شخص سے براہ راست کلام فرمائیں گے، درمیان میں کوئی ترجمان اور واسطہ نہیں ہوگا، اس وقت جب آدمی اپنی دائیں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو ان نیکیوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کی ہیں اور جب بائیں طرف مڑ کر دیکھے گا تو ان گناہوں کو دیکھے گا جو اس نے دنیا میں کئے ہیں اور سامنے کی طرف جب نگاہ اٹھا کر دیکھے گا تو جہنم کی آگ نظر آئے گی ۔(ترمذی شریف)

ایسی کشمکش کی حالت میں اللہ تعالی ہر شخص سے پانچ سوالات فرمائیں گے اور یہ سوالات بھی نہایت سنگین ہوں گے، جب تک بندہ ان سوالات کا جواب نہیں دے گا دربار عالیہ سے اپنے قدموں کو ہلا نہیں سکتا، اولین وآخرین کا مجمع ہے، عدالت عالیہ کی کرسی پر احکم الحاکمین رونق افروز ہیں، ارشاد رب العالمین ہے"لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القھار" کس کا راج ہے اس دن، اللہ کا ہے جو اکیلا ہے، دباؤ والا۔(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یعنی اس دن تمام حجابات اٹھ جائیں گے، ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہے گی، اس اکیلے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا جس کے آگے ہر ایک طاقت دبی ہوئی ہے۔

یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں امتحان کی تیاری کرنی ہے اور قیامت کے میدان میں سوالات کا پرچہ آئے گا ان سوالات کے جوابات اللہ رب العزت کے روبرو دینے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سوالات کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے۔

پہلا سوال: عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر عزیز کی نعمت کو کیسے کیسے کاموں میں ختم کیا ہے، اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کے کتنے کام کئے ہیں اور نافرمانی ومعصیت میں عمر کا کتنا حصہ گنوایا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے "افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لاترجعون"۔(سورۂ نور پارہ ۱۸/رکوع ٦)

سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس

پھر کرنہ آ ؤ گے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا، اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوتو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشہ اور بے نتیجہ تھا، اللہ تعالی نے خود ہی زندگی کا مقصد بیان فرمادیا ہے "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (سورہ الذاریات پارہ ۲۷ / رکوع ۲) اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

ایسی حالت میں ہر شخص کو اپنی زندگی کے پورے اوقات کا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات کا کس قدر حصہ تو اس مقصد میں خرچ کرتا ہے جس کام کے لیے وہ پیدا کیا گیا اور کتنا حصہ اپنی ضروریات تفریحات اور غیر متعلق مشاغل میں خرچ کرتا ہے۔

دوسرا سوال: جوانی کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے اپنی جوانی کو کہاں صرف کیا، جوانی سے متعلق خاص طور سے اس لیے سوال کیا جائے گا کہ انسان جوانی کی حالت میں ہر کام صحیح طریقہ سے کرسکتا ہے اس لیے کہ جوانی، تندرستی اور قوت کا زمانہ ہوتا ہے، قوت وتندرستی دونوں چیزیں اس دنیا کے اندر ایسی نعمت ہیں جن کا کوئی بدل نہیں ہے، بہر حال سوال کیا جائے گا جوانی کہاں خرچ کی، کیا اللہ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں، اس کی عبادت میں، مظلوموں کی حمایت میں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں یا فسق وفجور میں، عیاشی اور آوارگی میں بے بسوں پر ظلم کرنے میں، ناحق کی مدد کرنے میں، ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین ودنیا دونوں جگہ کام نہ آنیوالے فضول مشغلوں میں اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہے جہاں نہ کوئی وکالت چل سکتی ہے نہ جھوٹ فریب کام آسکتا ہے، جہاں کی خفیہ پولس ہر وقت ہر آن آدمی کے ساتھ رہتی ہے، جوانی کے جوش میں انسان بہت سی ناجائز حرکات کر بیٹھتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الشباب شعبة من الجنون والنساء حبالة الشیطن"۔ (جامع صغیر)

جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں، یعنی آدمی اپنے جنون کی وجہ سے اس جال میں پھنس جاتا ہے، خوش نصیب ہے وہ بندہ جو خوف خدا کیوجہ سے اس جال میں پھنسنے سے بچ جائے۔

پاک دامنی کا ایک عجیب واقعہ:

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی نے الترغیب والترہیب صفحہ ۱۶۵ / میں ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نوجوان جس کے جسم سے ہمیشہ مشک وغیرہ کی خوشبو مہکتی تھی، ایک صاحب نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ خوشبو میں معطر رہتے ہیں کتنا پیسہ بلا وجہ خرچ کرتے ہیں، جوان نے جواب دیا نہ میں نے کبھی خوشبو خریدی اور نہ لگائی، سائل نے کہا تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے، نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے، جو بتلانے کا نہیں، سائل نے کہا آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہمیں بھی فائدہ ہو۔

جوان نے اپنا واقعہ سنایا میرے باپ تاجر تھے میں ان کے ساتھ دکان میں بیٹھا تھا ایک بوڑھی عورت نے سامان خریدا اور والد صاحب سے کہا آپ اپنے لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ میں اس کے ہاتھ سامان کی قیمت بھیج دوں، میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ ایک خوبصورت مکان میں پہنچا وہاں ایک خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی وہ میری طرف متوجہ ہوئی کیونکہ میں بھی نہایت حسین تھا میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لیے بیت الخلاء جانا ہے، میں نے بیت الخلاء میں داخل ہوکر نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا جب اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا اسے باہر نکال دو یہ مجنون ہے، میں نے ایک درہم کا صابن خرید کر نہر میں جا کر غسل کیا اور کپڑے دھوکر پہن لئے، جب میں رات کو سویا تو خواب میں ایک فرشتہ نے کہا تم کو جنت کی بشارت ہے اور معصیت سے بچنے کے لیے جو تدبیر تم نے اختیار کی اس کے بدلہ میں یہ خوشبو ہے جو میرے پورے بدن پر لگائی گئی جو ہر وقت میرے بدن اور کپڑوں سے مہکتی رہتی ہے، اللہ رب العزت اتنے قدرداں ہیں کہ جو انسان شرم وحیا کی اور پاکدامنی کی زندگی گزارتا ہے پروردگار اس کے

ساتھ اپنی مدد یوں شامل حال فرماتے ہیں، اس قسم کا واقعہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد کا بھی ہے جو سکون دل کے صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے اور خواجہ مشکی بزرگ کا نام بھی ایسے ہی واقعہ سے مشکی کہلاتا ہے۔

میدان محشر میں عرش کے سایہ میں رہنے والا جوان:

میدان محشر کی سخت ترین دھوپ اور گرمی میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرش کا سایہ حاصل ہوگا ان میں دوسرا آدمی وہ نوجوان مرد خدا ہے جس نے ابتدائی جوانی سے ہی اپنے مولی اور پروردگار کی عبادت شروع کردی، جوانی کی عبادت اللہ تعالی کو بہت زیادہ پسند ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جوانی میں عبادت اور توبہ واستغفار کرنا پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے، ورنہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔

تیسرا سوال: مال کے بارے میں سوال ہوگا جائز اور حلال ذریعہ سے حاصل کیا یا ناجائز طریقہ سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی ناجائز طریقہ سے جو مال حاصل کرتا ہے اگر اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا، خرچ کرے تو برکت نہ ہوگی اور جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے لیے جہنم کا ذخیرہ ہوگا، اللہ تعالی نے جتنا رزق قسمت میں لکھ دیا ہے وہ مل کر رہے گا، لہٰذا رزق کو حلال اور جائز طریقہ سے ہی حاصل کرنا چاہئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے اس بات کی دعا فرمادیں کہ حق تعالی شانہ مجھے مستجاب الدعا بنادے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی روزی کو پاکیزہ بنالو (مشتبہ مال نہ کھاؤ) مستجاب الدعا بن جاؤ گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ آدمی حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے، جس سے اس کی چالیس دن کی عبادت نامقبول بن جاتی ہے اور جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی جہنم اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

چوتھا سوال: جو مال ودولت ہم نے تم کو دی تھی اس کو کہاں خرچ کیا، جائز چیزوں میں یا ناجائز امور میں خرچ کیا ہے اور اپنی دولت میں سے آخرت کے لیے کیا جمع کیا ہے، فضول خرچی کیوں کی، دنیا میں بہت سے مال والے آخرت میں مفلس ہونگے، ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم (روپیہ پیسہ) نہ ہو اور نہ ہی سامان زندگی ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ اور زکوۃ وغیرہ ساتھ لے کر آئے گا اور یہ بھی لائے گا کہ اس کو گالی دی اس کا مال کھایا اور اس کا خون بہایا اور اس کو مارا وغیرہ حقوق العباد کے گناہ ساتھ لایا، اس کو بٹھا کر اس کی نیکیوں سے اس کا بدلہ دلوایا جائے گا، اگر تمام بدلے چکانے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی معصیت اور خطائیں لے کر اس کے سر ڈالی جائیں گی، پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پانچواں سوال: جو علم اس کو حاصل ہوا تھا اس کے متعلق کہاں تک عمل کیا، ہر مسلمان پر علم دین حاصل کرنا فرض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" علم سے مراد علم دین ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے۔ (ترمذی شریف)

نور کے تاج والے:

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے روز اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی اس روشنی سے بھی اچھی ہوگی جب کہ دنیا کے گھروں میں اس صورت میں ہوتی جس وقت کی آفتاب تمہارے گھروں میں موجود ہوتا، اب تم ہی بتاؤ کہ جب اس کے والدین کا یہ حال ہے تو خود جس نے اس پر عمل کیا ہوگا اس کا کیا اعزاز ہوگا۔

عالم اورعابد میں فرق مراتب:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم" فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد"۔(ترمذی شریف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے لیے ایک ہزار عابدوں کو دھوکہ دینا آسان ہے، پورے دین کی سمجھ رکھنے والے ایک عالم کو دھوکہ دینا مشکل ہے۔

عالم باعمل کی فضیلت:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوآدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک معمولی شخص پر، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لوگوں کو بھلائی سکھلانے والے پر اللہ ان کے فرشتے آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں اپنے اپنے انداز میں رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں''۔(ترمذی شریف)

علم دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اسے جنت کے راستوں میں ایک راستہ پر چلا دیتا ہے، یعنی علم حاصل کرنا اس کے لیے جنت میں داخلہ کا ایک سبب بن جاتا ہے، فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں، عالم کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں سب کی سب دعاء مغفرت کرتی ہیں، بلاشبہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو سارے ستاروں پر فضیلت ہے، بلاشبہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس شخص نے علم دین حاصل کیا اس نے اس میراث میں سے بھرپور حصہ لیا۔(ابوداؤد)

طلباء کی ضیافت گویا نبی کریم ﷺ کی دعوت ہے:

سائیں توکل شاہ انبالوی کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا، وہ اللہ تعالی کی مخلوق کو کھانا کھلایا کرتے تھے، ان کی طرف سے اذن عام تھا کہ جو آئے کھانا کھائے، ان کو ایک مرتبہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توکل شاہ! تم اللہ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو؛ لیکن تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی، بڑے پریشان ہوئے کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے، چنانچہ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالی سے دعائیں مانگیں کہ پروردگار اس خواب کی حقیقت کو واضح فرمادے، بالآخران کے دل میں ڈال دیا گیا کہ تم اللہ کی مخلوق کو اللہ کے لیے روزانہ کھلاتے ہو مگر تم نے میری نبی علیہ السلام کے وارثوں علماء، طلباء اور قراء کو اپنے دسترخوان پر اہتمام کے ساتھ کبھی نہیں کھلایا، چنانچہ انہوں نے شہر بھر کے علماء، طلباء اور قراء کی دعوت کی اور پھر یہ سمجھے کہ گویا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کردی ہے۔

طالبان علوم نبوت کی دعالیجئے:

علم دین حاصل کرنے والے طلباء کا اللہ رب العزت کے یہاں بڑا مقام ہوتا ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیرو مرشد ہیں ایک مرتبہ ان کے کسی مرید نے ان کے سامنے ان کی بہت تعریف کی، خواجہ صاحب خاموش رہے، اللہ تعالی کو یہ بات پسند نہیں آئی، چنانچہ آزمائش کے طور پر ان پر قبض کی کیفیت طاری ہوگئی اور سب کیفیات ختم ہوگئیں جس کی وجہ سے آپ کئی دن روتے رہے، آپ نے اللہ تعالی سے دعا مانگی، بالآخر آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ اس کی وجہ سے کیفیات بند ہوگئیں اس کا حل یہ ہے کہ مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے اللہ تعالی کا قرآن پڑھتے ہیں، ان سے دعا

کرائیں، آپ صبح اٹھے اور مدرسہ میں پہنچے اساتذہ اور شاگرد ادب کیوجہ سے کھڑے ہوگئے، خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے اللہ کا بڑا ولی سمجھ کر کھڑے ہو رہے ہیں اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں دعا کروانے کے لیے آپ حضرات کے پاس جاؤں اور اللہ تعالی کے یہاں آپ کا بڑا مقام ہے، اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں نے مل کر دعا کی اور اللہ رب العزت نے خواجہ باقی باللہ کو وہ کیفیات پھر واپس فرما دیں، سبحان اللہ اللہ اکبر۔

بے عمل عالم کی سزا:

عالم بے عمل جب جہنم میں داخل ہوگا تو اس میں اس قدر بدبو ہوگی کہ اہل دوزخ کا دماغ چکرا جائے گا، لوگ اس سے دریافت کریں گے تو کون ہے؟ تو یہ نہایت حسرت کے ساتھ کہے گا میں ایسا عالم ہوں جس نے اپنے علم سے نفع حاصل نہیں کیا۔ (احمد بیہقی)

جس شخص نے علم دین اس لیے حاصل کیا کہ دین سے دنیا کمائے تو اس کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی (ابوداؤد وابن ماجہ) جو عالم لوگوں کو نصیحت نہیں کرتا، اس کے ہونٹ جہنم میں قینچی سے کاٹے جائیں گے۔ (مسلم)

ریاکار علماء کی سزا:

قیامت میں ریاکار حافظوں، شہیدوں اور دولت مندوں کو حاضر کیا جائے گا اور سب سے پہلے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا، ریاکار قاری جہنم کی اس وادی میں عذاب دیے جائیں گے جس کا نام جب الحزن ہے۔ (مسلم ونسائی)

قرآن شریف بھلا نیوالے کی سزا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا، پھر اسے بھلا دیا اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔

علم چھپانے والے کی سزا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ (باوجود جاننے کے) اس کو چھپائے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالیں گے۔ (ابوداؤد)

جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کی سزا:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف نسبت کر کے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرو، صرف اسی حدیث کو بیان کرو جس کا حدیث ہونا تمہیں معلوم ہو، جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف غلط حدیث منسوب کی اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ بنا لینا چاہئے، جس نے قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہئے۔ (ترمذی شریف)

آخرت کی امتحان گاہ میں کامیابی کے آرزومند:

یہ دنیا تماشہ گاہ آرام گاہ نہیں ہے، یہ عمل گاہ ہے، سوالات کے جوابات کی تیاری یہاں یہی کرنی ہے، عقلمند انسان تیاری میں لگا رہتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمند اور بے عقل کی نشان دہی فرمائی ہے: "عن شداد بن اوسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال الکس من درن نفسه وعمل لمابعد الموت والعاجز من اتبع هواها وتمنی علی اللّٰه"۔ (ترمذی شریف)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو قیامت کے حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرتا ہے اور مابعد الموت کے لیے تیاری اور عمل کرتا ہے اور سب سے زیادہ بے عقل کمزور وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے تابع کر دیا ہے اور اللہ تعالی سے تمنا رکھتا ہے۔

یارب صل و سلم دائما ابداً

علی حبیبك خیر الخلق كلهم

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: سو عظیم سائنسداں (جلد اول)
مصنف: محمد سراج الدین
صفحات: ۱۴۴/
قیمت: ۲۵۰
ناشر: کرناٹک اردو اکادمی، کنڑا بھون، جے سی روڈ، بنگلور

زیر تبصرہ کتاب دراصل سراج الدین صاحب کے سائنسدانوں سے متعلق ان مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، جو مضامین انہوں نے بڑے شوق اور دلچسپی سے مختلف رسائل کے لیے تحریر کئے اور وہ ان میں چھپے، مصنف کو یہ مضامین لکھنے کے لیے تاریخی ناانصافی نے ابھارا ہے، وہ خود لکھتے ہیں:

ایک سو عظیم ہستیاں One hundred Great Lives نامی کتاب گزشتہ صدی کے تیسرے دہے میں لکھی گئی ہے، اور اس کتاب کو ٹائمز آف انڈیا کے ہوم لائبریری نے شائع کیا تھا، ان سو عظیم ہستیوں میں صرف دو اسلام کی ہستیوں کی سوانح کا ذکر کیا گیا ہے، اور وہ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مصطفیٰ کمال اتاترک......اس کتاب میں ۲۳/نامور سائنسدانوں کی سوانح حیات بھی شامل ہیں، لیکن اس میں ایک مسلم سائنسدان کا ذکر بھی نہیں کیا گیا ہے، یہ دیکھ کر میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا کیونکہ میں اپنے تعلیمی دور میں مسلم سائنسدان جیسے ابن سینا، جابر بن حیان اور ابن رشد وغیرہ کے متعلق کچھ نہ کچھ پڑھ چکا تھا، اس سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ہمارے مسلم سائنسدانوں کے متعلق دنیا کو معلوم کرایا جائے، مسلم طلبہ وطالبات عوام اور خواص اسکول اور عربی مدرسوں کے اساتذۂ کرام اور خطیبوں کے دلوں سے یہ احساس کمتری دور کی جائے تا کہ وہ دنیا کے سامنے اپنے سر فخر سے اونچا کر سکیں۔

مصنف نے اس کتاب کا نام سو عظیم سائنسداں رکھا ہے، مگر انہوں نے اس کی جلد اول میں صرف ۱۹/سائنسدانوں کو جگہ دی ہے، اگر چہ وہ اس موضوع پر اب تک پچاس سے زیادہ مضامین لکھ چکے ہیں، انہوں نے خاص طور سے اس کتاب کو طلبہ وطالبات اساتذہ اور عوام سبھی کے لیے لکھ کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، اگر چہ ایک زمانے سے لوگ مسلم سائنسدانوں سے متعلق مضامین لکھ کر رسائل وجرائد میں شائع کر رہے ہیں، مگر سراج الدین صاحب کے مضامین کی اہمیت کتابی شکل میں آنے کی وجہ سے دوبالا اوران کی تحریر زندہ وجاوید بن گئی ہے، کتاب کی زبان سلیس، سادہ، دلچسپ اور اسلوب شگفتہ ہے، محمد سراج الدین صاحب چونکہ ایک تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے نانا مولوی آر عبدالقادر صاحب، ٹریننگ کالج میسور میں عربی فارسی اردو کے ایک ممتاز استاد تھے، اوران کے والد مولوی محمد اسحاق صاحب گورنمنٹ ہائی اسکول چن پٹن میں عربی فارسی اور اردو کے استاد رہے، اسی لیے ان کے اندر خاندانی جوہر نے اثر دکھایا، اور قوم وملت کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ ابھرا، کتاب میں جن سائنسدانوں کے حالات انہوں نے قلمبند کئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) جابر بن حیان (۲) ابوبکر الرازی (۳) ابوریحان البیرونی (۴) ابن الہیثم (۵) یعقوب الکندی (۶) عمر خیام (۷) ابن سینا (۸) ابو نصر فارابی (۹) امام غزالیؒ (۱۰) ابن ماجد (۱۱) کمال الدین محمد دمیری (۱۲) یاقوت حموی (۱۳) ابن النفیس (۱۴) ادریسی (۱۵) محمد بن موسی الخوارزمی (۱۶) ابن بیطار (۱۷) زکریا قزوینی (۱۸) ابو القاسم الزہراوی (۱۹) ابن طفیل۔

اس فہرست سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لیے امید کی جاتی ہے کہ اسکول ومدارس کے طلبہ واساتذہ اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے، اور اپنے مسلم عظیم سائنسدانوں اور اکابر کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے خود ملک وقوم کو کچھ دینے کا جذبہ پیدا کریں گے۔

حالات حاضرہ

حافظ عبدالستار عزیزی

عالمی خبریں News World

اسلامی مواد خارج کرنے کی قرارداد منظور

آسٹن -امریکی ریاست ٹیکساس کے دارالحکومت آسٹن میں گذشتہ روز ٹکساس بورڈ آف ایجوکیشن کے اجلاس میں ٹیکساس کے اسکولوں میں پڑھائی جانے والی نصابی کتابوں میں سے اسلام نواز مواد خارج کرانے کے لیے قرارداد منظور کرلی گئی ہے، اس کے تحت پبلشر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اشاعتوں میں اسلام نواز اور عیسائیت کے خلاف مواد شامل کرنے سے گریز کریں۔

خصوصی شمارہ حجاج کرام کی خدمت میں

اگست کا شمارہ ''حج نمبر'' کے طور کافی تعداد میں شائع کیا گیا، جس کو ہریانہ، پنجاب، بہار، جھارکھنڈ، اتراکھنڈ، یوپی، گجرات، مہاراشٹر اور ملک کے مختلف صوبوں میں حجاج کرام کی خدمت میں مفت بھیجا گیا، جس سے حجاج کرام کو فائدہ ہوا، سبھوں نے پسند کیا، مرکز اور مرکز کے تمام ذمہ دراوں کو دعاؤں سے نوازا۔

مرکز میں تعلیمی سرگرمیاں

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے شعبوں میں ۸/شوال سے داخلے شروع ہوگئے تھے، ماشاء اللہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور ڈپلومہ ان انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر میں داخلہ کی کارروائی کے بعد پڑھائی شروع ہوگئی ہے، سابقہ روایات کے مطابق تمام شعبہ جات اپنی اپنی سرگرمیوں میں منہمک ہوگئے ہیں۔

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی کی آمد

۴/اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز پیر صبح کے وقت حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اور مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی تشریف لائے، کچھ دیر مرکز کے مہمان خانہ میں قیام کیا اور مرکز کے شعبہ جات کو دیکھا، پھر جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں ناشتہ کیا اور دعائیں دیں اور واپس تشریف لے گئے۔

مرکز میں علماء مظاہر علوم کے ایک وفد کی آمد

مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا سلمان صاحب کے تینوں صاحبزادے اور ان کے بھانجے مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء عصر کے وقت تشریف لائے، سبھوں نے مرکز کی سرگرمیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اتنے قلیل وقت میں اتنا بڑا کام انجام دینا ایک معجزہ سے کم نہیں، اللہ تعالی اس مرکز کو ہمیشہ آباد رکھے، نیز انہوں نے مرکز میں عصر کی نماز پڑھی، جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں بھی حاضری دی اور چائے وغیرہ پی کر قبل از مغرب واپس تشریف لے گئے۔

وفیات

۞ ۱۶/جولائی ۲۰۱۰ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ مولانا نذیر احمد صاحب ندوی کے والد گرامی کا ۱۶/جولائی کو انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۞ ۲۷/اگست مطابق ۱۶/رمضان المبارک بروز جمعہ جناب حافظ شوکت علی انواروی مہتمم جامعہ رحیمیہ مظفری کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون

موصوف نہایت سنجیدہ مزاج کے مالک تھے، حافظ صاحب کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی، وقتاً فوقتاً ''نقوش اسلام'' میں بھی اپنی تخلیق بھیجا کرتے تھے، جن کو ادارہ شائع بھی کرتا تھا، اللہ تعالی ان کو اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

۞ حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری کے صاحبزادے مولانا مسرت حسین صاحب کا یکم اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ علی الصباح بعد نماز فجر اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا، مولانا مرحوم ایک نیک صفت انسان تھے، اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا، اپنے والد محترم مدظلہ کے مطب میں بھی بیٹھتے تھے، جس سے عوام کو بڑا فیض تھا، مرحوم کی نماز جنازہ حضرت مولانا طلحہ صاحب نے پڑھائی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

۞ ۸/اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ دارالعلوم دیوبند کے کارگزار مہتمم جناب حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا موصوف گجرات سے تعلق رکھتے تھے، علماء گجرات میں بااثر لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اللہ تعالی ان کو اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔

۞ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ مولانا خالد ندوی غازی پوری کی اہلیہ کا ۸/اکتوبر کو انتقال ہوگیا ہے، مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند اور ایک دیندار باحوصلہ خاتون تھیں، ادارہ ''نقوش اسلام'' مرحومہ کے وارثین کے ساتھ غم میں برابر شریک ہے۔

تمام قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ مرحومین کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرما کر بلند درجات نصیب فرمائے۔ (ادارہ)